نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مسجد نبوی میں ہے؟

شبہات کا ازالہ

مصنف
پروفیسر ڈاکٹر صالح بن عبد العزیز سندی حفظہ اللہ

مترجم
حافظ خضر حیات

نام کتاب : الجواب عن شبهة الاستدلال بالقبر النبوي على جواز اتخاذ القبور مساجد

مصنف : پروفیسر ڈاکٹر صالح بن عبد العزیز سندی حفظہ اللہ

اردو عنوان : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مسجد نبوی میں ہے؟ شبہات کا ازالہ

مترجم : حافظ خضر حیات

مصنف سے رابطہ

ای میل	dr.saleh.s@gmail.com
ٹویٹر	@Drsalehs
ویب سائٹ	http://salehs.net

مترجم سے رابطہ

ای میل	hafizkh۱۲۴@gmail.com
فیس بک	h.khizar.h
	http://forum.mohaddis.com/members/۲۰۲

اشاعت رمضان ۱۴۳۸/مئی ۲۰۱۷

فہرست مضامین

عرض مترجم

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ!

اسلام کی بنیاد توحید الٰہی ہے، اللہ کی ذات کے ساتھ شرک رب ذوالجلال کی توہین تو ہے ہی، ناانصافی اور ظلم عظیم بھی ہے، قرآن و سنت میں جگہ جگہ توحید کی اہمیت پر زور دیا گیا، اور شرک سے بچنے کی تاکید کی گئی، صالحین کی تعظیم میں غلو قبر پرستی کا اہم سبب ہے، جو کہ واضح اور کھلا شرک ہے، دین اسلام میں ایسی ہدایات دی گئی ہیں تاکہ مسلمان شرک میں مبتلا ہونا تو دور کی بات اس کا ذریعہ بننے والی چیزوں سے بھی دور رہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے آخری ایام میں یہود و نصاری پر لعنت کرتے رہے کہ انہوں نے انبیاء و صالحین کو قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا، آپ کی واضح تعلیمات کی روشنی میں نہ قبر کو سجدہ گاہ بنانا درست ہے اور نہ ہی کسی سجدہ گاہ یعنی مسجد میں قبر بنانے کا کوئی جواز ہے، امہات المؤمنین، آپ کی اولاد، دیگر عزیز و اقارب اور کئی جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کی حیات مبارکہ میں اس دنیا فانی سے رخصت ہوئے، آپ نے کسی کو مسجد کے اندر دفن کیا، اور نہ ہی ان کے مدفن کو سجدہ گاہ بنانے کی ترغیب دی۔

دنیا ابتلاء و آزمائش سے عبارت ہے، شیطان کی چالیں کامیاب ہوئیں، اور وہی دین جس کی ابتداء توحید کی آبیاری اور شرک و بدعت کی بیخ کنی سے ہوئی تھی، بعد میں اس کے نام لیوا انہیں گمراہیوں میں گرفتار ہوگئے، بندگان خدا نے اتباع نفس اور خواہشات کی پیروی میں خالق کائنات اور سرور کونین کے واضح ارشادات چھوڑ کر مخلوق خدا کی کمیوں کوتاہیوں کو دلائل سمجھ کر مضبوطی سے تھام لیا۔

بدعات و شرکیات میں مبتلا لوگوں کے انہیں شبہات میں سے ایک شبہ یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک بھی تو مسجد نبوی میں ہے اور لوگ وہاں نماز ادا کرتے ہیں، لہذا جائز ہے، کہ اسی طرح دیگر جگہوں پر بھی اولیاء و صلحاء کے احترام و اعزاز میں ان کی قبریں مساجد کے اندر بنائی جائیں۔ جب سے یہ شبہ معرض وجود میں آیا، اسی وقت سے اس کا جواب بھی علماء ربانی اپنے انداز میں دیتے رہے، لیکن ضرورت تھی کہ اس موضوع پر مستقل کتابچہ تیار کیا جائے، جس میں اس شبہے کا شرعی و تاریخی اعتبار سے جائزہ لیا جائے، تاکہ عام لوگوں کے لیے یہ بات واضح ہو کہ کیا واقعتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مسجد نبوی میں ہے یا یہ صرف غلط فہمی ہے؟ اور کیا اس سے قبر پرستی کے جواز پر استدلال درست ہے یا نہیں؟

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے قابل ترین اور ذہین وفطین استاد دکتور صالح بن عبد العزیز بن عثمان سندی حفظہ اللہ نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور وضاحت کے ساتھ اس غلط فہمی کا ازالہ کیا، سندی صاحب کی یہ کتاب:

الجواب عن شبهة الاستدلال بالقبر النبوي على جواز اتخاذ القبور مساجد

کے عنوان سے زیور طباعت سے آراستہ ہوئی، کتاب پانچ حصوں پر مشتمل ہے، جس کی تفصیل مقدمہ مولف کے ضمن میں آئے گی۔ إن شاء اللہ۔

یہ عربی کتابچہ چھوٹے سائز کے تقریبا ۶۰ صفحات پر مشتمل ہے، کتاب پہلی دفعہ ۲۰۱۴ میں منظر عام پر آئی، کتاب کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر کچھ ہی دیر بعد کویت میں دوبارہ چھاپی گئی ، دونوں ایڈیشن انٹرنیٹ پر پی ڈی ایف میں بھی دستیاب ہیں ۔

ڈاکٹر صالح سندی صاحب ہمارے استاد محترم ہیں ، آج سے تقریبا سات سال پہلے کلیہ حدیث میں توحید کے کچھ اسباق ان سے پڑھنے کا موقعہ ملا۔ شیخ جامعہ اسلامیہ میں تدریس کے علاوہ، مسجد نبوی میں بھی درس دیتے ہیں، چند سال پہلے الحادی افکار کی بیخ کنی کے لیے ترتیب دیے گئے ’مرکزیقین‘ کے انچارچ بنے، کچھ عرصہ بعد ’جمعیت علم عقائد وادیان‘ کی ’ریاست ‘ آپ کے سپرد کردی گئی۔ شیخ کے نام سے ایک مخصوص

ویب سائٹ بھی ہے، جہاں آپ کی کئی ایک مطبوع و غیر مطبوع کتابیں، مقالات اور دروس موجود ہیں۔

شیخ کا یہ کتابچہ جب ملا، پہلی ہی نشست میں مکمل پڑھ لیا، اور اسی وقت اس کا ترجمہ کرنے کا عزم کر لیا، چند ماہ بعد اس کا ترجمہ مکمل کر لیا، بعد میں دوسرا ایڈیشن آیا، دونوں کا آپس میں موازنہ کیا، چند مقامات پر کچھ حذف و اضافہ تھا، سو ترجمہ میں بھی اسی طرح کی تبدیلی کر دی گئی، تاکہ ترجمہ آخری ایڈیشن کے مطابق ہو۔

کتاب کے اس ترجمہ کی نہ تو مؤلف سے اجازت لی گئی ہے، اور نہ ہی کرنے کے بعد انہیں دکھایا گیا ہے، ترجمہ مکمل کر لینے کے عرصہ بعد مجھے علم ہوا، انڈیا کے ایک طالبعلم جو کہ شیخ سندی کے شاگرد ہیں، انہوں نے بھی اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے، اور باقاعدہ شیخ کو اس سے مطلع کیا ہے، یہ ترجمہ جامعہ اسلامیہ میں عقیدہ کے استاد ڈاکٹر الطاف الرحمن صاحب کے پاس نظر ثانی کے لیے بھی گیا، اس وقت وہ مطبوع ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق کوئی خبر نہیں۔

میرے اس ترجمہ کی اطلاع جب بعض اہل علم کو پہنچی تو انہوں نے طباعت کی پیشکش کی، جسے میں اپنی نااہلی اور سستی کے باعث قبول نہ کر سکا، پھر بعد میں اس ترجمہ کو محدث فورم پر شائع کر دیا کہ کمپیوٹر میں قید رہنے سے بہتر ہے، کہ انٹرنیٹ قارئین اس سے مستفید ہو سکیں۔ بعض دوستوں کا اصرار تھا، جس طرح عربی کتاب پی ڈی ایف فائل

میں موجود ہے، ترجمہ بھی ہونا چاہیے۔ کتاب کے اس انٹرنیٹ ایڈیشن میں فہرست وغیرہ کا اضافہ اور ترجمہ میں کچھ مقامات پر ترمیم واصلاح کر دی گئی ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالی مؤلفِ محترم کو اجر جزیل سے نوازے اور مترجم کی اس ادنی کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

حافظ خضر حیات، عزیزیہ، مدینہ منورہ

ابتدائیہ

الحمد لله الذي أرسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله و كفى بالله شهيدا ، و أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له إقرارا به و توحيدا ، و أشهد أن محمدا عبده ورسوله ، صلى الله عليه و على آله و صحبه و سلم تسليما مزيدا . أما بعد :

قبر پرست لوگ عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لیے مختلف قسم کے شبہات کی ترویج میں مصروف رہتے ہیں انہیں میں سے ایک شبہ یوں ہے:

قبروں کے پجاری لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مسجد نبوی کے اندر ہے ۔ لہذا آج بھی جائز ہے کہ قبروں پر مساجد تعمیر کی جائیں یا مساجد کے اندر قبریں بنائی جائیں یا ان جگہوں پر نماز ادا کی جائے۔

حالانکہ ہر شخص جو دین اسلام کی درست معرفت رکھتا ہے، یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ اسلام ایسی چیزوں کی سختی سے مخالفت کرتا ہے۔ یہ ایسا دین ہے جس نے شرک کی جڑوں کو کاٹ پھینکا اور اس کا ذریعہ بننے والے ہر قول و فعل سے منع کر دیا ہے تا کہ عقیدہ توحید کے اندر کسی قسم کا خلل نہ آئے۔

کسی بھی صاحب عقل شخص کے نزدیک اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانا یہ شرک باللہ تک پہنچانے کا بالکل واضح ذریعہ ہے۔

جسطرح عوام الناس کے اندر یہ شبہ کافی رائج ہے اسی طرح اس کے ازالے کے لیے کتب و مقالات کا منظر عام پر آنا بھی ایک مستحسن قدم ہے۔ چنانچہ اس شبہ کے تار و پود بکھیرنے کے لیے میں نے اس پر غور و فکر کیا اور علماء کی کتابوں کا مطالعہ کیا[۱] تا کہ میں بھی اس نیکی کے کام میں حصہ ڈال سکوں۔

میں نے اس گفتگو کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے:

---

[۱] ۔ میرے علم کے مطابق یہ شبہ ماضی قریب کی پیداوار ہے، اب تک بہت سے علماء نے اس کا رد کیا ہے، اس سلسلے میں مشہور علماء میں سے عصر حاضر کے تین علماء ابن باز، ابن عثیمین اور البانی رحمہم اللہ ہیں۔ میں نے ان علماء سے استفادہ کیا ہے جیساکہ آئندہ صفحات سے واضح ہوگا۔
اس کے علاوہ دیگر مشایخ و صاحبان علم کی مولفات میں بھی اس سلسلہ میں مباحث موجود ہیں جن میں سے بعض کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان علماء و فضلاء نے بہترین کوششیں کی ہیں لیکن میں سمجھتاہوں کہ ابھی اس موضوع پر علمی وتاریخی اعتبار سے مختلف جہات پر مزید لکھنے کی ضرورت ہے۔اسی لیے میں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور کوشش کی کہ اس میں کچھ نیا اور مفید مواد پیش کرسکوں۔

اول: قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت میں وارد احادیث اور ان کا معنی ومفہوم

دوم: مسجد نبوی کی مختلف زمانوں میں ہونے والی توسیعات کا مختصر تعارف اور ان کا مسجد نبوی پر اثر۔

سوم: قبر پرستوں کے ایک شبہ (کہ بعض صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں دفن کرنے کی رائے دی تھی اور کسی نے ان کی بات کا انکار نہیں کیا تھا) کا ذکر اور اس کا جواب۔

چہارم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو مسجد میں داخل کرنے سے قبر پرستوں کا استدلال اور اس کا جواب۔

پنجم: حجرہ عائشہ کو مسجد میں شامل کرنے کے بارے میں سلف کا موقف۔

دوران گفتگو وارد ہونے والی آیات، احادیث اور مختلف نقول کو باحوالہ ذکر کرنے کے اہتمام کے ساتھ ساتھ آخر میں مصادر اور موضوعات کی فہرست بھی دے دی گئی ہے۔

اسی طرح موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے بہت زیادہ تفصیل کی بجائے اختصار ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ قاری کے لیے اس سے استفادہ کرنا آسان ہو۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ اس کو نافع بنائے کیونکہ وہی اس بات کی اہلیت اور قدرت رکھتا ہے۔

اول: قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت میں وارد احادیث اور ان کا معنی ومفہوم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ساری احادیث ہیں جن میں قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع کیا گیا حتی کہ یہ احادیث تواتر [۲] کے درجہ کو پہنچتی ہیں۔ احادیث کی یہ کثرت اسی لیے ہے کیونکہ اس عمل سے عقیدہ توحید پر بہت خطرناک نتائج مرتب ہوتے ہیں اور یہ فعل وقوعِ شرک میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانا یہ شرک کے مبادی واصول میں سے ہے [۳]۔

اس سلسلے میں مروی احادیث میں سے چند ایک ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

پہلی حدیث:

---

[۲]۔ دیکھیے: اقتضاء الصراط المستقیم (۳۰۰ / ۱) ، (٦٧٢ ، ٧٧٤ / ٢) و نظم المتناثر (١٠٣)

۳- مجموع الفتاوى (٢٧ / ١٩١) مزید دیکھیے: اقتضاء الصراط المستقيم (٢ / ٦٧٨ — ٦٨٠) و تيسير العزيز الحميد (٢ / ٦٦٨ — ٦٧٠)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " قاتل الله اليهود و النصارى اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد "[٤].

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو تباہ کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔'

دوسری حدیث :

عن عائشة و عبد الله بن عباس رضي الله عنهما قالا : " لما نزل برسول الله صلى الله عليه وسلم طفق يطرح خميصة له على وجهه فإذا اعتم بها كشفها عن وجهه ، فقال و هو كذلك : " لعنة الله على اليهود و النصارى ؛ اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد " يحذر ما صنعوا "[٥].

---

[٤] - أخرجه البخاري (١ / ٥٣٢) مع الفتح برقم (٤٣٧) و مسلم (١ / ٣٧٦) برقم (٥٣٠) .

[٥] - أخرجه البخاري (١ / ٥٣٢) مع الفتح برقم (٤٣٥) و مسلم (١ / ٣٧٧) برقم (٥٢٩) .

حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ اپنے رومال کو چہرے پر ڈال لیتے اور جب وحی ختم ہو جاتی تو اس کو ہٹا دیتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ اسی حالت میں تھے کہ آپ نے فرمایا: 'یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت ہو انہوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔' گویا آپ ان کے اس فعل سے ڈرا رہے تھے۔

تیسری حدیث :

عن عائشة رضي الله عنها قالت قال النبي صلى الله عليه وسلم في مرضه الذي لم يقم منه : " لعن الله اليهود اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد " قالت عائشة : " لو لا ذلك لأبرز قبره ؛ خشي أن يتخذ مسجدا "[٦]

---

٦ -أخرجه البخاري (٨ / ١٤٠) مع الفتح برقم (٤٤٤١) و مسلم (١ / ٣٧٦) برقم (٥٢٩) .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا: 'اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔'

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اگر یہ معاملہ نہ ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ظاہر کی جاتی۔ (لیکن چونکہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدشہ کا اظہار فرمایا تھا کہ کہیں آپ کی قبر کو سجدہ گاہ نہ بنالیا جائے (لہذا اس بات کا خیال رکھا گیا)[۷]

چوتھی حدیث:

---

[۷] ۔ بخاری کے اندر بیان کردہ روایت کے اس حصے میں کچھ ابہام اور تکرار سا محسوس ہوتا ہے، لیکن اگر اس حدیث کے دیگر طرق وغیرہ دیکھے جائیں، تو صورت حال مکمل سیاق و سباق کے ساتھ واضح ہوجاتی ہے، اردو محاورے کی رعایت کرتے ہوئے معنی کو درست رکھنے کی کوشش میں، میں نے دیگر طرق کی روشنی میں () کے اندر کچھ الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ البتہ بعض روایات میں خدشہ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے، جبکہ کچھ روایات میں یہ نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف ہے جیسا کہ فتح الباری (۲۰۰/۳) میں ہے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں باتیں ہی درست ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ خدشہ تھا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اسی بنا پر محتاط تھیں۔ واللہ اعلم۔ مترجم

عن جندب رضي الله عنه قال : سمعت النبي صلى الله عليه وسلم قل أن يموت بخمس و هو يقول : " إني أبرأ إلى الله أن يكون لي منكم خليل فإن الله تعالى قد اتخذني خليلا كما اتخذ إبراهيم خليلا و لو كنت متخذا من أمتي خليلا لاتخذت أبابكر خليلا ،ألا و إن من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور أنبيائهم و صالحيهم مساجد ألا فلا تتخذوا القبور مساجد إني أنهاكم عن ذلك "[۸].

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات سے پانچ دن قبل یہ فرماتے ہوئے سنا:

'میں اس بات سے براءت کا اظہار کرتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو خلیل بناؤں، بیشک اللہ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا ہے، اگر میں امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کا انتخاب کرتا۔ خبر دار ہو جاؤ! تم میں سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا کرتے تھے، خبر دار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تمہیں اس بات سے منع کر رہا ہوں۔'

---

۸ -أخرجه مسلم (۱ / ۳۷۷) برقم (۵۳۲) .

پانچویں حدیث :

عن عائشه رضي الله عنها : أن أم حبيبة و أم سلمة رضي الله عنهما ذكرتا كنيسة رأينها بالحبشة فيها تصاوير ، فذكرتا للنبي صلى الله عليه وسلم فقال : "إن أؤلئك إذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجدا ، و صوروا فيه تلك الصورة ؛ فأؤلئك شرار الخلق عند الله يوم القيامة "[٩].

حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ کو بتایا کہ انہوں نے ایک کنیسہ جس کے اندر تصویریں تھیں ،کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیاتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'ان لوگوں میں اگر کوئی نیک آدمی ہوتا، تووفات کے بعد اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے، اور اس میں تصویریں بنادیتے۔ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کے ہاں سب مخلوقات میں سے بدترین ہوں گے۔'

چھٹی حدیث :

---

٩ - أخرجه البخاري (٧ / ١٨٧) مع الفتح برقم (٣٨٧٣) وسلم (١ / ٣٧٥) برقم (٥٢٨) .

عن ابن مسعود رضي الله عنه قال : قال صلى الله عليه وسلم : " إن من شرار الناس من تدركه الساعة و هم أحياء و من يتخذ القبور مساجد "[۱۰].

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :'بدترین لوگ وہ ہیں جو قیامت کے وقت زندہ ہوں گے اور وہ لوگ جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں۔'

ساتویں حدیث :

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " أللّٰهُمَّ لا تجعل قبري وثنا ، لعن الله قوما اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد "[۱۱].

---

۱۰ -أخرجه أحمد (٦ / ٣٩٤) برقم (٣٨٤٤) وابن حبان في صحيحه – الإحسان (١٥ / ٢٦٠) برقم (٦٨٤٧) . شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اقتضاء الصراط المستقیم (٢ / ٦٧٤) میں اور شوکانی نے شرح الصدور (١٣) میں اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا، ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔'

احادیث سے ثابت شدہ اس معنی ومفہوم پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

'نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبروں کو مسجدیں بنانے سے منع کرنا یہ ان پر مساجد تعمیر کرنے، اور ان کے پاس نماز پڑھنے، دونوں باتوں کو شامل ہے چنانچہ یہ دونوں کام علماء کے ہاں بالاتفاق ناجائز ہیں۔'[١٢]

شوکانی فرماتے ہیں:

---

١١ - أخرجه أحمد في مسنده (١٢ / ٣١٤) برقم (٧٣٥٨) . شیخ البانی فرماتے ہیں بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔أحكام الجنائز (٢١٧) . وقد رواه مالك في الموطأ (٨٦) برقم (٤١٤) عن عطاء ابن يسار مرسلا بلفظ : أللهم لا تجعل قبري وثنا يعبد .

١٢ - اقتضاء الصراط المستقيم (٢ / ٧٧٤) . مزید دیکھیے: الرد علي البكري (٢ / ٥١٩)

'جان لیجیے! صحابہ کے دور سے لے کر آج تک تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ قبروں کو بلند کرنا اور ان پر تعمیر کرنا ان بدعات میں سے ایک بدعت ہے جن سے منع کیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے بارے میں بہت سخت وعید فرمائی ہے۔ اس بارے میں کسی بھی مسلمان نے اختلاف رائے نہیں کیا۔'[۱۳]

'اتخاذ القبور مساجد' میں تین باتیں آتی ہیں جیسا کہ محققین اہل علم نے وضاحت کی ہے:

۱۔ قبر کے پاس یا اس طرف منہ کرکے نماز پڑھنا ، جبکہ اس پر سجدہ کرنا یہ اس سے بھی قبیح فعل ہے۔

۲۔ کسی جگہ میت کو دفن کرکے پھر اس کی قبر پر یا اس کے ارد گرد مسجد بنا دینا۔

۳۔ مسجد کی عمارت میں میت کو دفن کرنا۔'[۱۴]

یہ تینوں صورتیں گزشتہ احادیث میں وارد ممانعت کے تحت آتی ہیں۔ واللہ اعلم

---

۱۳ - شرح الصدور بتحريم رفع القبور (٨) .

۱۴۔ دیکھیے: الأم (١ / ٢٦٤) ، اقتضاء الصراط المستقيم (٢ / ٧٧٤ ، ٦٧٧) ، الرد على البكري (٢ / ٥١٩) ، شرح العمدة – الجزء الثاني (٦٤٠) الزواجر (١ / ١٢١) العدة للصنعاني (٣ / ٢٦١) تيسير العزيز الحميد (٢ / ٦٦٦ – ٦٦٧) ، شرح الصدور (١٤ – ١٥) ، تحذير الساجد (٢١ – ٣٢) .

دوم: مسجد نبوی کی مختلف زمانوں میں ہونے والی توسیعات کا مختصر تعارف اور ان کا مسجد نبوی پر اثر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو صحابہ کے ہاں یہ بات حتمی ٹھہری[۱۵] کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دفن کیا جائے۔ اس کی دو وجہیں ہیں:

اول :

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا ہوا تھا کہ نبی کو جہاں موت آتی ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کرلی گئی اور آپ کے دفن کے بارے میں صحابہ کرام کا اختلاف ہو گیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے ایک بات سنی تھی جو مجھے ابھی تک اچھی طرح یاد ہے آپ نے فرمایا تھا: اللہ تعالی ہر نبی کو اسی

[۱۵] ۔ شروع شروع میں اختلاف رائے ہوا تھا جیسا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آئے گا۔ البتہ بعد میں سب ایک بات پر متفق ہوگئے تھے۔ مترجم

جگہ فوت کرتے ہیں جس جگہ اس کو دفن کرنا ضروری ہوتا ہے، لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی چارپائی کی جگہ پر ہی سپرد خاک کردو"[۱۶]

دوم:

خطرہ تھا کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ساتھ لپٹیں گے، غلو کریں گے، بالخصوص مرور زمانہ کے ساتھ، لہذا شرک کے اس ذریعے سے بچنے کے لیے آپ کو جُہّال کی پہنچ سے دور ایسی جگہ دفنایا گیا جہاں اس طرح کی باتوں کا اندیشہ نہیں تھا چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

---

[۱۶] - أخرجه الترمذي (۳ / ۳۳۸) برقم (۱۰۱۸) و أحمد في مسنده (۱ / ۲۰۶) . امام ترمذی فرماتے ہیں: کہ یہ حدیث غریب ہے اس کے اندر عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملیکی راوی حافظہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا جاتا ہے۔ البتہ اس حدیث کے اور طرق بھی ہیں اس کو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا حضرت ابن عباس نے بھی بیان کیا ہے۔
بہر صورت اس روایت کے مرفوع اور موقوف کئی ایک شواہد ہیں جس وجہ سے یہ روایت قوی اور ثابت شدہ. دیکھیے: إحکام الجنائز (۱۳۷ – ۱۳۸) اور مسند احمد (۱ / ۲۰۷) پر شیخ شعیب ارناؤط کی تعلیق۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا: 'اللہ یہود و نصاری پر لعنت کرے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔'
حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اگر یہ معاملہ نہ ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ظاہر کی جاتی۔ لیکن چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدشہ کا اظہار فرمایا تھا کہ کہیں آپ کی قبر کو سجدہ گاہ نہ بنالیا جائے (لہذا اس بات کا خیال رکھا گیا)۔[۱۷]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد سے الگ تھا اس کی اپنی دیواریں اور دو دروازے تھے۔[۱۸]

---

[۱۷] ۔ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے، صحیحین میں ہے لیکن یہاں الفاظ مسلم کے ہیں۔
[۱۸] ۔ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دو دروازے تھے، ایک مغربی جانب یعنی مسجد کی طرف، اور دوسرا شمال کی طرف۔ دیکھیے: وفاء الوفاء (۱۱۰/۲) . اس قدر وضاحت کے باوجود کتاب (المشتددون ، منهجهم و مناقشة أهم قضاياهم)(٨٤-٨٥) کے مصنف عجیب و غریب جہالت یا ہوی پرستی کا مظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر مشتمل حجرہ مسجد سے متصل و ملحق تھا، اور مسلمان اسی مسجد میں نماز ادا کیا کرتے تھے) اس بات کا ذکر کر دینا ہی اس کی تردید ہے، معتبر اہل علم میں سے کسی نے بھی یہ بیان نہیں دیا کہ حجرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یا آپ کی وفات کے بعد تک، کسی بھی وقت مسجد سے متصل یا ملحق رہا ہو، بات بالکل واضح ہے، رد کی حاجت نہیں، ورنہ یہاں

خلفاء راشدین حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں مسجد کی توسیع کی گئی لیکن حجرہ عائشہ، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تھی، سمیت امہات المؤمنین کے حجروں میں کوئی کمی بیشی نہ کی گئی۔[19]

ولید بن عبد الملک کے دور میں مدینہ کے گورنر عمر بن عبد العزیز کی نگرانی میں مشہور توسیع ہوئی جس میں مغرب اور شمال دونوں طرف مکمل، جبکہ جنوب کی طرف سے کچھ حصہ بڑھانے کے ساتھ ساتھ مشرقی جانب بھی اضافہ کیا گیا جو کہ اس طرف اب تک کی پہلی توسیع تھی۔[20]

سنت نبوی، آثار صحابہ و تابعین اور اہل علم کے اقوال نقل کیے جا سکتے تھے، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حجرہ نبویہ، مسجد نبوی سے محل وقوع، حکما اور حقیقتاً ہر اعتبار سے مستقل حیثیت رکھتا ہے۔

[19] ۔ ان دونوں توسیعات کے بارے میں جاننے کے لیے دیکھیے: الدرة الثمينة في تاريخ المدينة (١٧٠ — ١٧٤) ، وفاء الوفاء (٢ / ٤٨١ — ٥١٠) ، نزهة الناظرين (١١ — ١٢) .

[20] ۔ اس توسیع کے بارے تفصیل جاننے کے لیے ملاحظہ فرمائیں: الدرة الثمينة في تاريخ المدينة (١٤٧) ، وفاء الوفاء (٥ / ٥١٣ — ٥٣٥) ، نزهة الناظرين (١٢) .

چونکہ امہات المؤمنین کے حجرے مغربی جہت کے علاوہ باقی تینوں اطراف سے مسجد کو گھیرے ہوئے تھے اس لیے ان تمام کو ختم کر کے مسجد کے اندر شامل کر دیا گیا۔[۲۱]

ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدفن یعنی حجرہ عائشہ کا ایک خاص محل وقوع تھا جس کی وجہ سے وہ اپنی جگہ باقی رہا[۲۲] البتہ عمر بن عبد العزیز نے اس کی عمارت بہترین انداز میں دوبارہ تعمیر کروائی اور اس کے ارد گرد مزید ایک بلند خماسی دیوار اس طرح بنائی کہ اس کے دونوں اطراف شمال کی جانب آپس میں اس طرح ملتے تھے جیسے مثلث ہوتی ہے
۔[۲۳]

دیوارِ خماسی تعمیر کرنے کی دو وجہیں تھیں:

تاکہ حجرہ کی پچھلی جانب مسجد میں نماز پڑھنے والے کے بارے میں یہ شبہ نہ ہو کہ وہ قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے۔

---

[۲۱] ۔ حجروں کی بارے میں جاننے کے لیے سابقہ حوالہ جات کے علاوہ نزهة الناظرين (٦٧) ملاحظہ فرمائیں۔

[۲۲] ۔ دیکھیے : مجموع الفتاوى (٢٧ / ٣٢٣) .

[۲۳] ۔ دیکھیے : الدرة الثمينة في تاريخ المدينة (١٧٤) وفاء الوفاء (٢ / ٥١٣ – ٥٣٥) ، نزهة الناظرين (١٢ ، ٧١) .

دوسرا یہ کہ حجرہ کی ہیئت اللہ کے گھر کعبہ سے مشابہ نہ ہو۔[۲۴]

سلطان ظاہر بیبرس کے دور میں ۶۶۷ھ میں اس دیوار کے ارد گرد مزید ایک دیوار کھینچی گئی جس میں شمال کی طرف موجود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چبوترہ نما گھر بھی آگیا۔ یہ دیوار جس لکڑی کی تھی اس کا نام "درابزین" بتایا جاتا ہے۔[۲۵]

پھر ۸۸۶ھ[۲۶] میں مسجد میں آگ لگنے کی وجہ سے "قلیتبائی" کے دور میں عمارت دوبارہ تعمیر کی گئی تو حجرہ کے چاروں طرف اس دیوار کو لوہے کی سلاخوں سے مضبوط کر دیا گیا

---

[۲۴]۔ دیکھیے: المصدر السابق (۲۷ / ۱٤۱ ، ۳۲۷) ، نزهة الناظرين (۷۱) .

[۲۵]۔ دیکھیے: وفاء الوفاء (۲ / ٦۱۱) .

[۲۶]۔ دیکھیے: المصدر السابق (۲ / ٦۳۳) آگ لگنے کا یہ حادثہ دوسری دفعہ رونما ہوا۔ اس سے پہلے بھی ایک دفعہ مسجد میں (۶۵۴ھ) آگ لگ چکی تھی۔ دیکھیے: المصدر السابق (۲ / ٥۹۸) .

سوائے قبلہ کی جانب ، کہ وہاں تانبے کی جالیاں [۲۷] بنادی گئیں جو آج بھی حجرہ کے سامنے نظر آتی ہیں۔[۲۸]

گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے گرد تین دیواریں(حجرہ کی دیوار، اس کے بعد دیوار خماسی، اس کے بعد لوہے کی دیوار) ہیں، جن کے ذریعے اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو پرستش گاہ بننے سے محفوظ رکھا ہے۔ یہ سب اہتمام آپ کی اس دعا کا نتیجہ ہے جو آپ نے فرمائی تھی:

'اے اللہ میری قبر کو بت نہ بننے دینا، اللہ کی لعنت ہو ایسے لوگوں پر جو اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیتے ہیں۔'[۲۹]

---

[۲۷]۔ دیکھیے: المصدر السابق (۲ / ٦١٢) . یہاں سمہودی نے ذکر کیا ہے کہ (بیبرس کے دور میں بنائی جانے والی) دیوار کے اندرونی جانب لوہے کی جنگلہ نما دیوار کا اضافہ کیا گیا جو حجرہ نبویہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حد فاصل تھی۔

[۲۸]۔ بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ آج کل موجود جالی وہی ہے جو قایتبائی کے دور میں لگائی گئی تھی اور عثمانی سلطان عبد المجید کی تعمیر میں اس میں کوئی رد و بدل نہیں کیا گیا۔ نزهة الناظرين (٦٨) میں برزنجی۔ اس کے زمانے میں یہ عمارت موجود تھی۔ کے کلام سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ اے اللہ میری قبر کو بت نہ بننے دینا اللہ تعالی نے اس دعا کی قبولیت یوں فرمائی کہ قبر کے گرد تین دیواریں بنادی گئیں۔ چنانچہ آپ کی دعا کے باعث قبر چاروں اطراف سے اچھی طرح محفوظ اور عزت و احترام میں ہے۔وفات کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ با آواز بلند لعنت فرمائی تھی یہودیوں اور صلیب کے پجاریوں پر جنہوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔اللہ کی قسم، اگر اس بات کا خدشہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر سب کے سامنے ہوتی۔ دیواروں کے ساتھ اس کو ڈھانپنے کا مقصد یہ تھا تاکہ آپ کے حجرہ کے پاس آکر لوگ سجدے نہ کریں۔اور اس سب میں مقصدِ اصلی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدف توحید الہی کو خالص کرنا تھا۔'[۳۰]

---

[۲۹] ۔اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

[۳۰] -الکافیة الشافیة (النونیة) (۳ / ۸۱٤ – ۸۱٥) .

سوم: قبر پرستوں کے ایک شبہ (کہ بعض صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں دفن کرنے کی رائے دی تھی اور کسی نے ان کی بات کا انکار نہیں کیا تھا) کا ذکر اور اس کا جواب۔

شبہہ :

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کے اندر منبر کے پاس دفن کرنے کا مشورہ پیش کیا تھا، جس پر کسی نے انکار نہیں کیا حتی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے انکار کی وجہ بھی اس بات کا ناجائز ہونا نہ تھی بلکہ انہوں نے تو اس وجہ سے انکار کیا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے فرمان کے مطابق اسی جگہ دفن کیا جائے جہاں آپ کی روح قبض کی گئی۔[۳۱]
لہذا اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں کسی کو دفن کرنا جائز ہے۔

---

۳۱ - دیکھیے : المتشددون ، منهجهم و مناقشة أهم قضاياهم لعلي جمعة (٤٨) .
شیخ عبد اللہ رمضان موسی نے اس شبہے کا۔ اور اس جیسے دیگر شبہات کا۔ اپنی کتاب (الرد علي المفتي د . علي جمعة (٣٨٦ – ٣٩٢) میں بہترین رد کیا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں بعض جگہ پر ان سے استفادہ کیا ہے۔

جواب:

یہاں دو باتیں ہیں:

پہلی بات:

"صحابہ کرام نے منبر کے پاس دفن کا مشورہ دیا اور کسی نے انکار نہیں کیا" اس سلسلے میں جو کچھ مروی ہے، پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ تفصیل پیش خدمت ہے:

اس شبہ کی تائید میں موطا مالک[۳۲] کی یہ روایت پیش کی جاتی ہے:

" حدثني يحيى عن مالك أنه بلغه : أن رسول الله صلى الله عليه وسلم توفي يوم الاثنين ، و دفن يوم الثلاثاء ، و صلى الناس عليه أفذاذاً لا يؤمهم أحد ، فقال ناس : يدفن عند المنبر ، وقال آخرون : يدفن بالبقيع ، فجاء أبو بكر الصديق فقال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : " ما دفن نبي قط إلا في مكانه الذي توفي فيه " فحفر له " .

'امام مالک کی بلاغات میں سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کو فوت ہوئے، منگل کو دفن کیے گئے، لوگوں نے الگ الگ ٹولیوں میں بغیر امام کے نماز جنازہ ادا

---

۳۲ - (۱۱۳)

کی، پھر کچھ نے کہا: تدفین منبر کے پاس ہونی چاہیے، بعض نے مشورہ دیا: بقیع میں دفن کریں، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ہر نبی کو اس کی جائے وفات پر ہی دفن کیا جاتا ہے۔ پھر اسی جگہ قبر کھودی گئی۔'

یہ روایت جیسا کہ واضح ہے کہ بلاغات مالک میں سے جو کہ منقطع ہیں کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ صحابہ میں سے کسی سے بھی شرف ملاقات نہیں پاسکے اور پھر امام مالک کی ولادت اور اس حادثہ کا درمیانی عرصہ اسی سے زائد سالوں پر محیط ہے۔ اس بنا پر یہ روایت ضعیف ہے۔

ہاں ابن عبد البر رحمہ اللہ نے اس روایت میں موجود قصہ کے مختلف اجزاء کو مختلف احادیث [۳۳] سے جمع کرکے ان کی اسانید بیان کی ہیں لیکن اس جملہ (فقال ناس : یدفن عند المنبر) کی انہوں نے بھی کوئی سند ذکر نہیں کی۔

اسی طرح کا ایک اثر سنن ابن ماجہ [۳۴] کے اندر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ مروی ہے:

---

۳۳ - التمهيد (٢٤ / ٣٩٤) .

" لقد اختلف المسلمون في المكان الذي يحفرله ، فقال قائلون : يدفن في مسجده و قال قائلون : يدفن مع أصحابه ... "

'مسلمانوں کا اس بارے اختلاف ہو گیا کہ حضور کی قبر کہاں کھودی جائے، کچھ نے کہا: مسجد میں دفن کریں، کچھ نے کہا: دیگر صحابہ کے ساتھ (قبرستان) میں دفن کیا جائے۔'

یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی حسین بن عبد اللہ کو امام احمد، نسائی، ابوزرعۃ اور دیگر علماء نے ضعیف قرار دیا ہے۔[۳۵]

امام ذہبی فرماتے ہیں: (ضعفوہ) کہ محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔[۳۶]

ابن حجر نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔[۳۷]

---

۳۴ - (۱ / ۵۲۰) برقم (۱٦۲۸) .

۳۵۔ دیکھیے: ميزان الاعتدال (۱ / ۵۳۷) .

۳٦ - الكاشف (۱ / ۲۳۱) .

۳۷ - تقريب التهذيب (۲٤۸) .

اسی روایت کو ابن سعد نے طبقات [۳۸] میں بیان کیا ہے لیکن اس کی استنادی حالت پہلے سے بھی گئی گزری ہے کہ اس کی سند میں محمد بن عمر الواقدی ہے جو بالاتفاق متروک الحدیث ہے۔[۳۹]

اسی طرح اس میں ایک راوی داود بن الحصین ہے جس کو علماء کی ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے۔[۴۰] ابن حجر فرماتے ہیں ثقہ ہے لیکن عکرمہ سے روایت کرنے میں ضعیف ہے۔[۴۱] اور یہاں اس کی روایت عکرمہ عن ابن عباس سے ہی ہے۔

خلاصہ کلام: یہ روایت ضعیف و غیر صحیح ہے۔

دوسری بات:

یہ دعوی کرنا کہ کسی نے آپ کو مسجد میں یا منبر کے پاس دفن کرنے کا انکار نہیں کیا، غیر درست ہے۔

۳۸- (۲ / ۲۹۲) .

۳۹۔ دیکھیے: تذكرة الحفاظ (۱ / ۳٤۸) .

۴۰۔ دیکھیے: الكاشف (۱ / ۲۸۷) .

۴۱- (۳۰٥) .

اِسحاق بن راہویہ اپنی مسند [۴۲] میں حسن بصری کا بیان نقل کرتے ہیں :

'مسلمانوں کا اس بارے میں اختلاف ہو گیا تھا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے ؟ ایک گروہ نے کہا کہ آپ کو بقیع میں دفن کرنا چاہیے کیونکہ آپ نے اپنی اولاد اور دیگر مسلمانوں کے لیے یہی جگہ اختیار کی ہے۔ حسن فرماتے ہیں لوگوں کا کہنا یہ بھی تھا کہ تم حضور کی قبر کو بالکل واضح اس لیے بنا رہے ہو کہ تا کہ جب بھی کسی کو کوئی حادثہ پیش آئے تو وہ یہاں آکر پناہ مانگنا شروع کر دے ؟!

ایک دوسرے گروہ نے کہا: ہم آپ کو مسجد میں دفن کریں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب غشی سے افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا تھا: 'اللہ تعالی ان قوموں کو تباہ وبرباد کرے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔' صحابہ سمجھ گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس بات (مسجد میں دفن کرنا) سے منع کرنے کے لیے ہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا: حضور کو وہیں دفن کر دیا جائے گا جہاں اللہ تعالی آپ کی روح قبض فرمائیں گے لہذا آپ کی قبر حضرت عائشہ کے حجرہ میں ہی بنائی گئی۔'

---

۴۲ - (۳ / ۷۳۸) .

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں [۴۳] اور یہاں جو محل شاہد ہے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مسجد میں دفن کرنے والے مشورے کا انکار کرنا) وہ متصل ہے کیونکہ حسن بصری کا حضرت عائشہ سے لقاء اور سماع ثابت ہے۔

لہذا یہ واضح ہو گیا کہ قصہ مذکورہ انکار کے بغیر صحیح نہیں، بلکہ نسبتاً بہتر سند سے مسجد میں دفن کرنے والے مشورے کا انکار وارد ہے بلکہ حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اس کو قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

انکار کرنے والی جلیل القدر فقیہہ صحابیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اور جنہوں نے یہ مشورہ دیا تھا (بفرض ثبوت) یقیناً ان کے علم میں ممانعت نہیں ہو گی۔

نتیجہ بحث یہ نکلتا ہے کہ مسجد میں دفن والا مشورہ ثابت ہی نہیں ہے۔ اور اگر فریق مخالف مشورہ کے اثبات پر مصر ہے تو پھر وہ روایت جس میں مشورہ اور اس کا انکار، اور اسے اتخاذ القبور مساجد قرار دینا ہے، وہ زیادہ صحیح ہے اور ثابت ہے۔

---

[۴۳] ۔ تفصیل کے لیے مسند اسحاق کے مقام مذکور پر محقق کی تعلیق ملاحظہ فرمائیں۔ البتہ ایک علت ہے کہ اگرچہ حسن بصری رحمہ اللہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت ہے، لیکن حسن مدلس ہیں۔

بہر صورت ہر دو احتمالات کی صورت میں قبر پرستوں کا یہ مرغوب شبہہ بالکل ساقط ہو جاتا ہے۔

چہارم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو مسجد میں داخل کرنے سے قبر پرستوں کا استدلال اور اس کا جواب

شبہہ :

یہ لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ سلف نے قبر نبوی کو مسجد نبوی کے اندر شامل کر دیا تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنایا جا سکتا ہے۔[۴۴]
لہٰذا مسجد نبوی میں جب یہ جائز ہے تو پھر دیگر مساجد کے اندر بھی خانقاہیں وغیرہ تعمیر کرنا جائز ٹھہرا۔

جواب :

[۴۴] ۔ دیکھیے : أحمد الغماری کی کتاب إحياء المقبور من أدلة استحباب بناء المساجد علي القبور (۳۷ — ۳۸) اور اس کے بھائی عبد اللہ الغماری کی کتاب إعلام الراكع و الساجد بمعنى اتخاذ القبور مساجد (٦٧) اور علی جمعہ کی کتاب المتشددون (٨٥ — ٨٦) .

مسجد نبوی اور قبر نبوی کی آپس میں نسبت اور تعلق دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بالکل فاسد ہے۔

صورت حال کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسجد نبوی اور قبر نبوی کے ایک دوسرے سے تعلق کی تین حالتیں ہی ہو سکتی ہیں :

اول: قبر مسجد میں شامل نہیں بلکہ اس کے پڑوس میں اس کے ساتھ متصل ہے۔
دوم: مسجد قبر کے ارد گرد ہے لیکن قبر اس کی حدود کے اندر نہیں۔
سوم: قبر مسجد کے اندر ہے۔

ان تینوں احتمالات کو مد نظر رکھتے ہوئے مذکورہ دعوی بالکل باطل ٹھہرتا۔ اور اس پر قیاس غیر صحیح قرار پاتا ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلا احتمال:

قبر مسجد میں شامل نہیں بلکہ اس کے پڑوس میں اس کے ساتھ متصل ہے۔

امام صنعانی فرماتے ہیں:

"تحقیقی بات یہ ہے کہ قبر پر مسجد تعمیر نہیں ہوئی کیونکہ یہ مسجد تعمیر ہونے سے پہلے حضور کے دفن ہونے سے مسجد سے مستقل ایک الگ جگہ ٹھہری تھی لہذا یہ کہنا درست نہیں کہ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ یا بت پرستی کی جگہ بنادیا گیا ہے۔ بلکہ اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو آپ کے گھر جو آپ کی اور حضرت عائشہ کی ملکیت تھا میں دفن کیا گیا۔ البتہ یہ جگہ مسجد کے قریب ترین تھی۔ جب مسجد کی توسیع کی گئی تو یہ دونوں ایک دوسرے کے مزید قریب ہوگئے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر مسجد میں تبدیل ہوگیا۔"[۴۵]

شاید شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی مراد بھی یہی ہے فرماتے ہیں:

قبر نبوی مسجد نبوی کے پڑوس میں ہے۔"[۴۶]

یہ احتمال مزید اس طرح واضح ہوجاتا ہے کہ پہلے مسجد حجرہ کے ساتھ صرف غربی طرف سے ملتی تھی لیکن توسیع کے بعد غربی، جنوبی اور شمالی تینوں اطراف سے حجرہ کے ساتھ متصل ہوگئی۔

---

۴۵ - العدة علی إحكام الأحكام (٣ / ٢٦١)

۴٦ - الإخنائية (٤٩٩) .

توسیع ولید میں حجرہ عائشہ کی جنوبی جانب (یعنی قبلہ کی طرف) اور شمالی جانب (جو کہ حجرہ فاطمہ کی بھی شمالی جانب بنتی ہے) موجود حجرات کو گرا کر مسجد میں شامل کر دیا گیا، یوں حجرہ عائشہ مغربی، جنوبی اور شمالی تینوں اطراف سے مسجد کے ساتھ مل گیا۔

لہذا اب مسجد نبوی کی حد حجرہ عائشہ کی مغربی دیوار تک ہے اور اس سے پیچھے یعنی حجرہ کے مشرقی طرف مسجد کا کوئی حصہ نہیں ہے۔"[47]

لیکن یہاں دو اشکال پیدا ہوتے ہیں:

اول: اہل علم کی کتابوں میں یہ بات کثرت سے ملتی ہے کہ ولید نے حجرہ کو مسجد میں شامل کر دیا تھا، جو کہ اوپر پیش کردہ تحقیق کے خلاف ہے۔

اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ: علماء کی اس سے مراد بظاہر حجرہ کا مسجد میں شامل نظر آنا ہے، حقیقتاً نہیں، کیونکہ توسیع ولید کے بعد حجرہ ایسے ہی نظر آتا تھا جیسے مسجد میں

---

[47] ۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسجد کی شرقی دیوار جو کہ حجرے کا احاطے کرنے والی خماسی دیوار کے بعد ہے، وہ فقط مسجد کی چھت کو سہارا دینے کے لیے ہے۔ اور اس سے ہماری بیان کردہ تقریر پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔

شامل ہے حالانکہ وہ تین اطراف سے مسجد کے ساتھ متصل ہے نہ کہ مسجد کے اندر داخل ہے۔

میرے علم کے مطابق کسی بھی معتبر عالم دین نے حجرہ کو مسجد یا اس کا جزء قرار نہیں دیا، اور نہ ہی یہ کہا ہے کہ حجرہ میں نماز (اگر ممکن ہو) پڑھنے کا ثواب بھی مسجد میں نماز پڑھنے کی طرح ہے۔

لہذا حجرے کی اپنی ایک مستقل اور الگ حیثیت ہے، اور زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ توسیع کے بعد وہ مسجد نبوی کے مزید قریب ہو گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

غور و فکر کرنے والے کے لیے یہ بات بالکل واضح ہے کہ حجرہ مبارکہ واقعتا مسجد میں شامل نہیں، اور مسجد کی توسیع کا اہتمام کرنے والوں نے بھی اسے الگ رکھنے کا اہتمام کیا ہے، ورنہ وہ چاہتے تو مسجد کی توسیع کی مصلحت کی غرض سے اس کو شاملِ مسجد کر سکتے تھے جیسا کہ دیگر امہات المؤمنین کے حجروں کو گرا کر مسجد میں شامل کرنا پڑا حالانکہ اہل علم اور عوام الناس کی شدید خواہش تھی کہ انہیں باقی رکھا جائے[۴۸] اسی طرح حجرہ

---

[۴۸] ۔ چنانچہ مدینہ کے فقہاء عشرہ، اور اصحاب جاہ نے اس بات کی سخت مخالفت کی، عمر بن عبد العزیز نے صورت حال خلیفہ وقت ولید کو لکھ بھیجی، لیکن وہ حجرات کو شہید کرنے پر

عائشہ کو بھی شامل کرنا ممکن تھا، کیونکہ اس طرف توسیع کے رستے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں تھی، سوائے ایک مخصوص مقام کے جو نماز جنازہ کی ادائیگی کے لیے تیار کیا گیا تھا۔[۴۹]

اسی طرح بارہ صدیاں گزر گئیں، مسجد کی پے در پے توسیعات ہوتی رہیں، اور ہر بار مشرقی جانب توسیع کرنے سے باوجود ضرورت کے، اجتناب کیا گیا، تاکہ حجرہ کی اپنی ایک الگ اور مسجد سے مستقل حیثیت باقی رہے۔

اس بات کی مزید تائید علامہ سمہودی کے اس قول۔ جو انہوں نے مقصورہ درابزین کے ریاض الجنۃ کا کچھ حصہ گھیر لینے پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا ہے ۔سے بھی ہوتی ہے:
" اس جگہ کو[۵۰] اب عوام الناس اور مسجد کے بارے میں معلومات نہ رکھنے والے لوگ، مسجد کی بجائے حجرے کا حصہ سمجھتے ہیں، اور اس پر غیر مسجد کے احکام لاگو کرتے ہیں۔"[۵۱]

مصر رہا، اور لوگوں کی آہ و بکا کے ہولناک منظر میں یہ واقعہ رونما ہوگیا۔ دیکھیے : البدایة والنهایة (۱۲ / ۴۱۳ - ۴۱۴) ، وفاء الوفاء (۲ / ۵۱۷) .

۴۹ - الدرة الثمينة (۱۷۸)

سمہودی کی یہ بات بالکل واضح ہے کہ حجرہ مسجد کا حصہ نہیں ہے۔

دوسرا اشکال :

چبوترے کی جالی اور مسجد کی مشرقی دیوار میں آج بھی خالی جگہ موجود ہے بلکہ اس میں نماز بھی ادا کی جاتی ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حجرہ مسجد کے اندرونی حصے میں ہے۔

جواب:

حجرہ[52] اور مسجد کی مشرقی دیوار میں موجود نماز کے لیے خالی جگہ پہلے نہیں تھی، بلکہ یہ سلطان عبد المجید کی توسیع، جو کہ ۱۲۷۷ھ میں مکمل ہوئی، میں وجود میں آئی ہے۔

---

[50] ۔اس سے مراد ریاض الجنۃ کا وہ حصہ ہے جو اس مقصورہ کے اندر آگیا، یعنی باہر والی جالی اور دیوار خماسی کی درمیانی جگہ۔

۵۱ - وفاء الوفاء (٢ / ٦١٥) .

[52] ۔اس طرح کی عبارات میں حجرے سے مراد جالی سے لے کر اندورنی تمام جگہ ہے، جو کہ حجرہ عائشہ اور حجرہ فاطمہ اور ان کے ارد گرد حصے کو شامل ہے۔ دیکھیے: وفاء الوفاء (٢ / ٦١٢)

گویا اس کی عمر صرف تقریباً ڈیڑھ صدی ہے، جبکہ اس سے پہلے والی بارہ صدیوں میں اس کا کوئی وجود نہیں تھا۔

چنانچہ برزنجی، جنہوں نے سلطان عبد المجید کی توسیع کا زمانہ پایا ہے، کہتے ہیں کہ ٨٨٦ ھ میں مسجد کی مشرقی دیوار کو سوا دو ہاتھ باہر کی طرف بڑھا دیا گیا تھا، اور ہمارے زمانے میں ہونے والی توسیع میں اس دیوار کو بلاط (٥٣) میں پانچ ہاتھ بڑھایا گیا ہے، مشرقی جانب یہیں تک توسیع روک دی گئی۔ [٥٤]

یہ گفتگو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حجرہ کے بعد مشرقی جانب جگہ کا اضافہ توسیعِ مجیدی میں ہوا تھا۔ جبکہ اس سے پہلے ٨٨٦ھ میں ہونے والی توسیع میں ستون کھڑے

---

[٥٣] ۔ یہ مسجد کی مشرقی دیوار سے متصل، قبر کے برابر میں جنازے رکھنے کی جگہ ہے۔ دیکھیے: الدرة الثمينة (١٧٨)

[٥٤] - نزهة الناظرين في مسجد سيد الأولين والآخرين (٢٩ - ٣٠) ، (١٤ - ٢١)، علی بن موسیٰ نے کتاب وصف المدينة (٦٣) میں بھی تقریباً یہی ذکر کیا ہے، البتہ ص ٥٨ پر انہوں نے توسیع کی مقدار چار ذراعِ عمل بتلائی ہے۔

کرنے کی غرض سے بالکل معمولی سا اضافہ کیا گیا جس کی مقدار ڈیڑھ ہاتھ سے زیادہ نہیں تھی۔[۵۵]

سمہودی نے بھی قایتبائی کے دور سلطنت ۸۸۶ ھ میں ہونے والی توسیع۔ انہوں نے یہ زمانہ پایا ہے۔ کے بارے میں یہی ذکر کیا ہے کہ مشرقی جانب ڈیڑھ ہاتھ دیوار کو مجبورا بڑھانا پڑا، تاکہ حجرہ مبارکہ پر مسجد کی بالائی جانب تعمیر کیے جانے والے گنبد کے ستونوں کے لیے جگہ بن سکے۔[۵۶]

---

[۵۵] برزنجی کا اسے سوا دو ہاتھ قرار دینا شاید درست نہیں، کیونکہ یہ بیان سمہودی، جو کہ اس معاملے میں زیادہ باخبر ہیں، کے بیان کے مخالف ہے۔

[۵۶] ۔ دیکھیے: وفاء الوفاء (۲ / ٦١٠) . اس سے پہلے سلطان قلاؤون نے بھی ۶۷۸ھ میں قبر مبارک پر ایک گنبد تعمیر کیا تھا، جو حجرہ کے اوپر اور مسجد کے اندر تھا، نیچے سے مربع شکل، جبکہ اوپر سے تقریبا گولائی میں تھا، بعد میں قایتبائی کے دور تک اس کی اصلاح و تجدید کا کام ہوتا رہا، اب یہ گنبد حجرہ کے پردے میں چھپا ہوا ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتا. سمہودی کے بیان میں جس گنبد کا ذکر ہے وہ بڑا گنبد ہے جو بالکل واضح طور پر مسجد کے بالائی جانب نظر آتا ہے، اس کو سلطان قایتبائی نے ۸۸۶ ھ میں تعمیر کیا، پھر ۸۹۲ ھ میں، پھر عثمانی خلیفہ محمود بن عبد المجید خان کے دور سلطنت میں ۱۲۳۳ ھ میں اس کی دوبارہ تعمیر ہوئی، اور بعد میں انہیں کے دور میں ۱۲۵۳ھ میں اس پر سبز رنگ کر دیا گیا، جبکہ اس سے پہلے یہ نیلگوں تھا، دیکھیے: نزهة الناظرين (٧٦ - ٧٧)، بہر صورت بہت عجیب اور

سمہودی لکھتے ہیں:

مسجد کی مشرقی دیوار اور گنبد کے کچھ ستونوں کے درمیان تنگی کے باعث، مشرقی دیوار کو بلاط کی طرف ڈیڑھ ہاتھ باہر نکال دیا گیا، اور باب جبریل تک اس کو دوبارہ تعمیر کیا گیا، البتہ باب جبریل کو اس کی جگہ سے نہیں ہٹایا گیا۔[۵۷]

سمہودی کے بیان کے مطابق ڈیڑھ ہاتھ کی یہ توسیع بامر مجبوری تھی، نہ کہ اس کو یہاں عبادت کے لیے جگہ بنانے کے لیے وسعت دی گئی، کیونکہ اگر ایسا معاملہ ہوتا تو مزید توسیع کی جاتی، یا کم از کم باب جبرئیل کو ہی اس کی اصل جگہ سے ہٹا دیا جاتا تا کہ وہ دیوار کے برابر ہو جائے۔

افسوس ناک بات ہے کہ جس مقدس ہستی نے قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنے سے منع فرمایا ، ان کی قبر پر بعد والوں نے دو گنبد تعمیر کر دیے۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

[۵۷] ۔ مصدر سابق۔ لیکن بعد میں یعنی سلطان عبد المجید کی توسیع میں دیوار کے ساتھ ساتھ باب جبریل کو بھی مشرقی جانب پیچھے ہٹایا گیا، ورنہ اس سے پہلے یہ مسجد کے اندر حجرے کے تقریبا برابر تھا، باب جبریل اور اس کے ساتھ ہی شمال کی جانب باب النساء کے درمیان موازنہ کرنے سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دونوں پہلے کی طرح ایک زاویہ میں نہیں ہیں۔

خلاصہ کلام:

حجرے اور مشرقی دیوار کے درمیان جس جگہ اب نماز پڑھی جانے لگی ہے[۵۸]، یہ سلطان عبد المجید کے دور میں وجود میں آئی، اس سے پہلے صدیوں پر محیط زمانے میں مسلمان اس طرف توسیع سے گریز کرتے رہے، تاکہ حجرہ کی مسجد سے الگ اور مستقل حیثیت واضح رہے۔

بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس طرف توسیع کر کے اس جگہ کو وجود میں لانا، مسلمانوں کے عملی اجماع کے خلاف ہے، لہذا شرعی اعتبار سے اس کی کوئی حیثیت نہیں، اور نہ ہی یہ مسجد کا حصہ ہے۔

غالب گمان یہ ہے کہ اس جگہ کو بنانے کا مقصد بدعات و خرافات کو سرانجام دینا تھا[۵۹]، چنانچہ ایک مصری ملازم محمد باشا صادق نے اس صورت کو حال کو بیان کیا ہے[۶۰] کہ کس

---

[۵۸] ماضی میں انتظامیہ نے ایک اچھا اقدام کیا تھا کہ اس جگہ کو بند ہی رکھا جاتا تھا تاکہ یہاں نماز پڑھنا ممکن ہی نہ ہو۔

[۵۹] سلطنت عثمانیہ کا عقیدہ کے اعتبار سے اہل سنت والجماعت سے اختلاف۔ بالخصوص اُس دور میں۔ کسی صاحب بصیرت سے مخفی نہیں۔

[۶۰] دیکھیے ان کی کتاب (دليل الحج للوارد إلى مكة والمدينة من كل فج) (۱۱۳-۱۱۴)، جس میں انہوں نے ایک توضیحی نقشہ بھی دیا ہے، جس سے اس وقت سرانجام دی جانے

طرح یہاں سے زیارت کرتے ہوئے غیر شرعی امور سرانجام دیے جاتے تھے، مثلاً:
اس حصے میں آکر ایک خاص جگہ پر کھڑے ہونا، پھر دعا مانگنا، حجرہ کی اس جانب والی
کھڑکی کو" شباک مہبط وحی " سے موسوم کرنا، پھر اس کے بعد چند قدم کے فاصلے پر"
مقام فاطمۃ الزہراء" سمجھنا، پھر جنوب کی جانب قبلہ کی طرف بڑھنا وغیرہ۔

ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کی بنیاد ہی ایک غیر شرعی امر کے لیے رکھی گئی
ہے، جو کہ بارہ صدیوں سے مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے، مزید اس جگہ با
جماعت نماز ادا کرنا بھی محل نظر ہے کیونکہ صفوں کا تسلسل باقی نہیں رہتا، ایسی صورت
حال میں اس جگہ کو شرعی اعتبار سے کوئی حیثیت نہ دینا، اور خارج مسجد سمجھنا[61]، یہ ایک
وجیہ قول ہے۔ واللہ اعلم۔

دوسرا احتمال:

والی بدعات وخرافات کا اندازہ ہوتا ہے، یاد رہے یہ ۲۹۷ھ کی بات ہے جب کہ توسیع کو فقط
بیس سال ہوئے تھے۔

٦١ - التمهيد لشرح كتاب التوحيد (٢٦٢).

قبر مسجد کے اندر داخل نہیں کی گئی، البتہ توسیع کی وجہ سے مسجد قبر کے چاروں اطراف تک پھیل گئی ہے۔

اگر یہ بات بھی تسلیم کرلی جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں یاروں کی قبریں مسجد کا حصہ بن گئی ہیں، کیونکہ نہ تو مسجد کی عمارت ان قبروں پر تعمیر کی گئی، اور نہ ہی قبریں مسجد کی زمین میں منتقل ہوئیں [۶۲]، بلکہ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا مسجد سے بالکل علیحدہ ہے، دونوں کے درمیان ایک سے زیادہ دیواریں اور رکاوٹیں ہیں، البتہ توسیع کے سبب مسجد حجرے کے چاروں سمت پھیل گئی، گویا اصلا کوئی تبدیلی آئی ہی نہیں، مسجد اور حجرہ دونوں اپنی الگ لگ حیثیت سے باقی ہیں۔ قبر مبارک بظاہر مسجد میں نظر آتی ہے، لیکن حقیقت میں بالکل الگ ہے جیسا کہ توسیع سے پہلے تھی

۔

اس کی مثال یوں ہو سکتی ہے کہ زید اور عمرو دونوں کی زمین ساتھ ساتھ تھی، پھر زید نے عمرو کے ارد گرد کی ساری زمین خریدلی، درمیان میں عمرو کی زمین باقی ہے، ایسی صورت

[۶۲] ۔ مجموع فتاوی و مقالات متنوعۃ (۲۴۲/۱۳) .

حال میں دیکھنے والے کو یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ شاید عمرو اور زید کی زمین ایک ہی ہے، جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں۔

بالکل یہی معاملہ حجرہ نبویہ اور مسجد نبوی کا ہے۔

شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بعض جہلاء کا اس بات سے دلیل لینا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے یاروں کی قبریں مسجد میں ہیں، بالکل غلط ہے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں دفن ہوئے نہ کہ مسجد میں، پھر آپ کے دونوں صحابی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی آپ کے ساتھ اسی جگہ سپرد خاک ہوئے۔

جب ولید بن عبد الملک بن مروان نے مسجد کی توسیع کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کو مسجد میں داخل کر دیا، یہ اس کی غلطی تھی، ضروری تھا کہ وہ ایسے نہ کرتا تاکہ جہلاء کے لیے کوئی دلیل نہ رہتی، اہل علم نے بھی اس کے اس فعل کا انکار کیا ہے، اس بات میں اس کی اقتدا جائز نہیں، اور نہ ہی خیال کرنا چاہیے کہ شاید یہ قبروں پر عمارتیں بنانے یا ان کو سجدہ گاہ بنانے کے مترادف ہے، کیونکہ یہ تو ایک مستقل گھر تھا جو بعد میں توسیع کی غرض سے مسجد کے اندر آگیا، جیسا کہ کسی مسجد کے سامنے بالکل الگ تھلگ قبرستان

ہو تو اس کو مسجد کا حصہ نہیں سمجھا جائے گا، اسی طرح قبر نبوی بھی اپنی دیوار وغیرہ کے ساتھ بالکل الگ حیثیت رکھتی ہے۔[۶۳]

تیسرا احتمال:

قبر مسجد کے اندر داخل ہے۔

اگر بفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ در حقیقت قبر مسجد کا حصہ بن چکی ہے، جیسا کہ قبر پرستوں کی منشا ہے تو پھر بھی یہاں سے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی دلیل نہیں نکل سکتی، کیونکہ ابتدائی طور پر نہ تو قبر پر مسجد تعمیر ہوئی اور نہ ہی تدفین کا عمل مسجد میں ہوا۔
اب اس خاص اضطراری حالت کو مثال بنا کر دیگر جگہوں پر یہ کام نہیں کیا جا سکتا، مزید وضاحت پیش خدمت ہے:

پہلی بات:

---

[۶۳] ۔ مجموع فتاوی و مقالات متنوعۃ (۳۰۶/۱۰) مزید دیکھیے: فتاوى اللجنة الدائمة للإفتاء (٤٢٠/١)اور مجموع و فتاوى و رسائل الشيخ ابن عثيمين (٢٣٣/٢).

یہ بات طے ہے کہ نہ تو مسجد قبر پر تعمیر ہوئی اور نہ قبر مسجد کے احاطے میں کھودی گئی، ان دو وصفوں کی غیر موجودگی کی بنا پر کسی اور مسجد کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس کے علاوہ جتنی مساجد ہیں ان میں دونوں میں سے ایک بات ضرور ہوتی ہے یا تو مسجد قبر پر تعمیر ہوئی ہوتی ہے یعنی مسجد کی تاسیس ہی قبر کی وجہ سے عمل میں آتی ہے یا پھر تدفین پہلے سے موجود مسجد میں ہوتی یعنی وہاں قبر ہی مسجد کی وجہ سے بنائی جاتی ہے۔

مسجد نبوی میں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں کیونکہ مسجد قبر سے پہلے ہی موجود تھی، دراصل قبر مسجد سے باہر ایک مستقل حجرہ یعنی حجرہ عائشہ میں آپ کی جائے وفات پر بنائی گئی لیکن بعد ازاں اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ مسجد کی توسیع کی خاطر قبر کو اس میں شامل کرنا پڑا۔

اگر کوئی کہے: اس کا مطلب ہے اگر آج بھی مسجد کے پڑوسی حجرہ میں کوئی قبر ہو، تو مسجد کی توسیع کے وقت اس قبر کو اس میں شامل کر لیا جائے تو اس کا حکم بھی مسجد نبوی اور حجرہ نبویہ والا ہو گا؟

تو ہم کہیں گے کہ اصولی طور پر گھروں میں قبریں بنانا ناجائز ہے، البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر میں دفن ہونا یہ توقیفی [۶۴] معاملہ ہے، یہ آپ کی خصوصیت ہے [۶۵] اس کے

---

[۶۴] ۔ توقیفی کی اصطلاح بکثرت کتب میں استعمال ہوئی ہے، مثلاً کہا جاتا ہے، قرآنی آیات کی ترتیب توقیفی ہے، اللہ کے اسماء و صفات کا علم توقیفی ہے، نمازوں کی رکعات کی تعداد توقیفی ہے، وغیرہ۔ اصل میں یہ لفظ 'توقیف' اور 'وقف' سے ہے، جس کے معنی رکنا، روکنا، ٹھہر جانا، پابند کر دینا کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ایسی چیزوں میں ہم وحی کے پابند ہیں، اپنی طرف سے اجتہاد، قیاس یا رائے زنی کی یہاں کوئی مجال نہیں، جہاں جو حکم ہے، جیسا ہے، اس پر اتنا ہی اور ویسے ہی عمل کیا جائے گا، مزید دیگر امور کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ انبیاء جہاں وفات پاتے ہیں، وہیں دفن کیے جاتے ہیں، یہ بھی توقیفی امر ہے، اس پر مزید قیاس کرتے ہوئے لوگوں کو گھروں میں یا قبرستان سے ہٹ کر دفنانا جائز نہیں۔ واللہ اعلم ۔ اصطلاح 'توقیف' کا معنی جاننے کے لیے دیکھیے المجلی شرح القواعد المثلی: (ص ۱۱۸)، شرح کتاب قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ للشیخ ناصر عبد الکریم العقل (۳۲/۲) من الشاملۃ۔ مترجم

[۶۵] ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین حجرہ میں ہوئی تو شرعی طور پر آس پاس والی جگہ بھی تدفین کے اہل ہو گئی، کیونکہ قاعدہ ہے کہ 'یثبت تبعا ما لا یثبت استقلالا' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی فہم ہے لہٰذا شیخین رضی اللہ عنہما کو بھی حضور کے جوار میں دفن کیا گیا۔

علاوہ باقی تمام لوگ قبرستان میں ہی دفن کیے جائیں گے جیسا کہ عہد نبوی سے لیکر اب تک کا مسلمانوں کا طریقہ رہا ہے۔

دوسری بات:

مسجد نبوی اور حجرہ نبویہ پر دیگر مساجد و مقابر کو قیاس نہ کرنے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ مسجد نبوی میں قبر کی شمولیت مجبورا (تبعا) ہوئی ہے نہ کہ ارادہ سے[٦٦]، اور احکام کا دارو مدار نیت و ارادہ پر ہے۔یعنی دوسری کسی بھی جگہ مسجد میں قبر یا قبر پر مسجد تبرک اور تعبد کے ارادہ سے بنائی جاتی ہے بر خلاف مسجد نبوی کے، وہاں ایسی کوئی غرض و غایت نہیں تھی، صرف حجرہ کو توسیع میں شامل کیا گیا اور قبر چونکہ اس میں موجود تھی لہذا وہ بھی ساتھ ہی شامل ہو گئی، ایک بات۔

ب: حجرہ کی شمولیت سے غرض مسجد کی توسیع تھی نہ کہ قبر کا مسجد میں داخل کرنا۔[٦٧]

[٦٦] ۔ دیکھیے: البیان لأخطاء بعض الکتاب (٢٤٧) .

[٦٧] ۔ دیکھئیے: مجموع الفتاوی (٢٧ / ٣٢٣، ٣٢٥)اورالدر السنیة (٥ / ١٤٠) .

ج: خود حجرہ عائشہ بھی دیگر امہات المومنین کے حجروں کی وجہ سے توسیع کا حصہ بنا ورنہ بذات خود وہ بھی مقصود نہیں تھا۔[٦٨]

جب ثابت ہوا کہ حجرہ نبویہ اور قبر نبوی کی مسجد میں شمولیت بامر مجبوری ہوئی نہ کہ کسی خاص مقصد کے تحت تو پھر اس سے کوئی خاص دلیل نہیں لی جاسکتی۔ اسی طرح اضطرار کی جو کیفیت مسجد نبوی اور حجرہ نبویہ کے حوالے سے ہے قبر پرستوں کی قبروں والی مساجد میں ایسا معاملہ کہاں پایا جاتا ہے؟

لہذا یہاں سے ان کا استدلال بالکل غلط ہے۔

تیسری بات:

مسجد نبوی کی اپنی ایک شرعی حیثیت و فضیلت ہے کہ اس میں نمازوں کا کئی گنا زیادہ ثواب ملتا ہے، اس کی طرف سفر کر کے آنا بھی باعث اجر و ثواب ہے، یہاں ریاض الجنۃ ہے، اس کے علاوہ دیگر فضائل و خصوصیات کی بنا پر اس کا حکم دیگر مساجد سے بالکل الگ ہے، کیونکہ دیگر مساجد جن میں قبریں ہوں، میں تو صحیح قول کے مطابق نماز پڑھنا بھی

---

[٦٨] ۔ دیکھیں: مجموع الفتاوی (۲۷ / ۴۲۴) .

ناجائز ہے۔[۶۹] بلکہ اگر مسجد بعد میں تعمیر ہوئی ہو تو اسے گرانا ضروری ہے اور اگر قبر بعد میں بنی ہو تو اسے اکھاڑ کر میت کسی اور جگہ منتقل کرنا واجب ہے، جبکہ مسجد نبوی میں یہ دونوں کام نہیں ہوسکتے کیونکہ نہ تو قبر مبارک اکھاڑی جاسکتی ہے اور نہ ہی مسجد کو اس کی اس خاص جگہ سے کسی اور جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے۔ جب کسی نمازی کے بس کی بات نہیں کہ یہاں کوئی کمی بیشی کرسکے تو یہاں نماز کو ممنوع قرار دے کر لوگوں کو مسجد کے فضائل سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔[۷۰]

جبکہ دیگر مساجد میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں لہذا انہیں مسجد نبوی کے ساتھ ملانا قرین انصاف نہیں۔

چوتھی بات:

مسجد نبوی کی خصوصیت کی ایک دلیل اجماع قطعی ہے کہ یہاں پر نماز ادا کرنا مشروع ہے، جبکہ دیگر مساجد جن میں قبریں ہیں ان کے لیے اصل حکم باقی ہے کہ ایسی جگہوں

[۶۹] ۔اس مسئلے کی تفصیل کے لیے دیکھیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی شرح العمدة ، الجزء الثانی (٤٥٨ - ٤٦٣) .

[۷۰] - دیکھیے: تحذير الساجد (١٣٤ - ١٣٧) اور مجموع الفتاوى (٣٤٨/٢٧)

پر نماز پڑھنا حرام ہے۔ گویا مسجد نبوی کے استثناء کی دلیل اجماع ہے، جو کہ ایک معتبر دلیل ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ نہ تو مسجد نبوی قبر پر تعمیر کی گئی اور نہ ہی قبر نبوی مسجد میں بنائی گئی لہذا قبر پرستوں کا یہاں سے استدلال کرنا بالکل غلط ہے۔

سابقہ دلائل سے ہٹ کر مزید دو وجوہات پر غور و فکر کرنے سے یہ بات اور واضح ہو جاتی ہے:

اول: اگر مسجد میں تدفین اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں محبوب فعل ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصیت کر کے جاتے کہ موت کے بعد میری قبر یا حجرہ کو مسجد میں شامل کر دیا جائے۔ یا پھر جب آپ کو محسوس ہوا کہ آپ کا وقت قریب ہے آپ حکم دے دیتے کہ میری تیمارداری مسجد میں کی جائے تا کہ جب آپ وفات پاتے تو وہیں دفن ہو جاتے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کچھ نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس آپ مرض الموت میں قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے ڈراتے رہے، کیا اس سے واضح بھی کوئی دلیل ہو سکتی ہے؟

پھر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر مساجد میں تدفین کوئی پسندیدہ فعل ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم، یا بیوی خدیجہ، یا چچے حمزہ یا دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کیوں نہ دفن کیا؟

کیا کوئی مکہ مدینہ یا دیگر علاقوں میں ایسی مساجد دکھا سکتا ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوت شدگان کو دفن کرتے رہے ہوں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی سنت یہ ہے کہ آپ فوت شدگان کو قبرستان میں دفن کیا کرتے تھے نہ کہ مساجد میں، اس کی دلیل بہت ساری احادیث ہیں، جبکہ اس کے برخلاف کچھ بھی ثابت نہیں۔

قبر پرستوں کو کیا ہو گیا ہے کہ حضور کا فعل جو شرعی حجت ہے، چھوڑ کر ایسے لوگوں کے افعال کا سہارا لے رہے ہیں جو حجت نہیں بن سکتے، بلکہ وہ حضور کی وفات کے اَسّی سال بعد معرض وجود میں آئے؟!

دوم: اگر قبر نبوی کو مسجد میں شامل کرنا اللہ اور اس کے رسول کا پسندیدہ فعل ہوتا تو صحابہ کرام جو نیکی و بھلائی کو بعد والوں سے کئی درجے بہتر جانتے ہیں اس کام میں تاخیر نہ کرتے۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی یہ کام نہ ہوا،

حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے دور میں توسیع کے وقت بھی باوجود ضرورت کے حجرہ نبویہ کو نہیں چھوا گیا، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام امہات المومنین کے حجروں کے بارے فرمایا تھا کہ ان کو کچھ نہیں کہا جاسکتا۔[۱۷] حضرت علی رضی اللہ کے دور خلافت میں بھی یہ معاملہ جوں کا توں رہا؛ یہی خلفاء راشدین ہیں، امت کو جن کے طریقہ کار کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

اس کے بعد فقیہ اور صالح خلیفہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا عہد بھی ایسے ہی گزرا، صحابہ میں ان خلفا کے پاس دین کی فقاہت بھی تھی، قوت نافذہ بھی تھی، امانت و دیانت سے بھی متصف تھے، ان کے دور میں قبر نبوی اور حجرہ عائشہ اپنی حالت پر برقرار رہا، اگر قبر کو یا حجرہ کو مسجد کے ساتھ ملانا درست ہوتا تو یہ ضرور اس نیک کام میں سبقت کرتے۔

بعد میں جب ولید کی توسیع شروع ہوئی تو مدینہ میں کوئی بھی صحابی نہیں تھا، گویا صحابہ کرام اس کے اس فعل سے بالکل بری ہیں، اس سے ہٹ کر کچھ بھی ثابت نہیں۔ کیونکہ

۱۷ - الطبقات الکبری لابن سعد (٤ / ٢١)

ولید کی توسیع اکانوے ہجری میں شروع ہو کر تین سال تک جاری رہی [٤٢]، اس دوران صحابہ میں سے کوئی بھی مدینہ میں نہیں تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

' عہد صحابہ میں حجرہ مسجد سے باہر تھا، ولید بن عبد الملک کی خلافت میں اس کو مسجد میں شامل کیا گیا، جب عبادلہ یعنی ابن عمر، ابن عباس، ابن الزبیر، ابن عمرو بلکہ مدینہ میں موجود تمام صحابہ کرام وفات پا چکے تھے، کیونکہ مدینہ میں سب سے آخر میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے تقریبا ستر ہجری میں وفات پائی، جبکہ مسجد کی توسیع کا واقعہ تقریبا اسی ہجری میں پیش آیا۔' [٤٣]

ایک جگہ فرماتے ہیں: ' کہا جاتا ہے کہ مدینہ میں سب سے آخری صحابی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ تھے، ان کی وفات مدینہ میں ہی اٹھہتر ہجری میں ادخال حجرہ والے واقعے سے دس سال پہلے ہو چکی تھی' [٤٤]۔

---

[٤٢] - دیکھئیے: الدرة الثمينة (١٧٦) ، و فاء الوفاء (٢ / ٥٢٢ - ٥٢٤) صاحب وفاء نے لکھا ہے کہ توسیع کی ابتداء اٹھاسی ہجری کو، اور فراغت اکانویں ہجری کو ہوئی۔

٤٣ - مجموع الفتاوى (٢٧ / ٣٩٩) .

[٤٤] - مصدر سابق (٢٧ / ٣٢٤)

ایک اور جگہ رقمطراز ہیں:

' خلفاء راشدین اور عہد صحابہ میں حجرہ مسجد سے باہر ہی تھا، درمیان میں صرف ایک دیوار تھی، پھر بعد میں ولید بن ملک کے دور خلافت میں حجرے کو مسجد میں داخل کر دیا گیا، جبکہ مدینے میں موجود تمام صحابہ وفات پاچکے تھے، سب سے آخر میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے، آپ کی وفات عبدالملک کی خلافت میں سن اٹھہتر ہجری میں ہوگئی تھی، ولید نے زمام خلافت چھیاسی ہجری میں سنبھالی اور اس کی وفات چھیانوے ہجری میں ہوئی، مسجد کی تعمیر اور حجرے کی شمولیت کا واقعہ اسی دوران پیش آیا [٧٥]

صحابہ کرام نے اس توسیع کا مشاہدہ نہیں کیا، اس کو اس بات سے بھی تقویت ملتی ہے کہ ان سے اس سلسلے میں کچھ بھی منقول نہیں نہ اقرار نہ انکار، بعض تابعین نے اس سلسلے میں لب کشائی کی ہے [٧٦]، اگر صحابہ کرام کے علم میں یہ بات ہوتی تو وہ بالاولی اس اہم مسئلے میں گفتگو فرماتے اور ضرور یہ بات ان سے نقل کی جاتی۔

' خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس بات کی کوئی قابل حجت دلیل نہیں مل سکی کہ صحابہ کرام

---

٧٥ - الإخنائية (٣١١ – ٣١٢) ، الصارم المنكي (١٥١) .

٧٦ - مجموع الفتاوى (٢٧ / ٤٢٠).

میں سے کسی کو بھی اس تغیر و تبدل کے بارے میں علم تھا، اگر کسی کا یہ دعوی ہے تو دلیل پیش کرنا اس کی ذمہ داری ہے'۔''

۷۷ - تحذير الساجد (٦٠)

پنجم: حجرہ عائشہ کو مسجد میں شامل کرنے کے بارے میں سلف کا موقف

شرک کی طرف لے جانے والے ظاہر و مخفی راستوں کی روک تھام کے لیے شرعی دلائل اور قواعد و مقاصد میں غور و فکر کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حجرہ عائشہ کو مسجد نبوی میں شامل کرنا درست نہیں تھا، حالانکہ یہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی قبیل سے نہیں لیکن پھر بھی ضروری تھا کہ اس سے اجتناب کیا جاتا، تاکہ لوگوں کے اذہان میں شبہات جنم نہ لیتے، اور جاہل لوگ قبروں پر قبے اور ان کو سجدہ گاہ بنانے کے لیے یہاں سے دلیل نہ لیتے، چنانچہ کئی اہل علم نے اس امر کی مذمت کی ہے۔[٧٨]

---

[٧٨] دیکھیں: الدرر السنية (٥ / ١٤٠) ، مجموع فتاوی و مقالات متنوعة للشيخ ابن باز (١٠ / ٣٠٦) ، تحذير الساجد (٦٤) .

اس کے باوجود قبر پرستوں کا یہ خیال ہے کہ حجرہ نبویہ اور قبر نبوی کو مسجد میں شامل کرنے پر تابعین کا اجماع ہو گیا تھا، پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قبر پر مسجد تعمیر کی جاسکتی ہے۔[٧٩]

اس کمزور شبہے کا جواب کئی طرح سے دیا جاسکتا ہے:

پہلی بات:

اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ واقعہ تابعین کی مرضی سے ہوا تھا، تو صحابہ کرام سے اس امر سے پرہیز کرنا بھی ثابت ہے (جیسا کہ پہلے گزر چکا)، لہذا وہ تابعین سے زیادہ اتباع کا حق رکھتے ہیں، بالخصوص جب ان کا موقف شرعی دلائل اور مقاصد شریعت سے بھی مطابقت رکھتا ہے۔

دوسری بات:

حقیقت تو یہ ہے کہ توسیع کے وقت جب یہ واقعہ پیش آیا تو تمام تابعین وہاں موجود نہیں تھے اور نہ ہی سب کے علم میں یہ بات تھی، بلکہ وہ مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے

---

[٧٩] ۔ دیکھیں: إحياء المقبور (٣٧ - ٣٨)

،اور جو مدینہ میں اس وقت موجود تھے ، ان کی تعداد بالکل نہ ہونے کے برابر تھی ، چنانچہ ایسی صورت میں ' اجماع تابعین ' کا دعوی ہی درست نہیں ہے۔

تیسری بات:

مدینہ میں موجود کئی تابعین نے اس امر کی مذمت کی تھی (اور ان سے یہی امید تھی) چنانچہ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" نازلت عمر بن عبدالعزيز في قبر النبي صلى الله عليه وسلم أن لا يجعل في المسجد أشد المنازلة فأبى و قال : كتاب أمير المؤمنين لا بد من إنفاذه ، قال فقلت : فإن كان لابد فاجعل له حوجواً [80] " [81]

---

[80] ۔ سمہودی کہتے ہیں: اس سے مراد حجرہ کی پچھلی جانب تیار کی جانی والی جگہ ہے۔
مترجم: لفظ ' حوجو ' لغت کی کتابوں میں نہیں مل سکا، یہاں استعمال ہونے والا لفظ غالبا ' جؤجؤ ' ہے، جیساکہ خلاصۃ الوفاء (۱۲۹/۲) اور بعض دیگر کتب میں ہے۔
اس کا معنی ہے، صدر یعنی سینہ ، پرندے کا سینہ ، یا کشتی کا سینہ ، کسی چیز کا اگلا حصہ ، دیکھیے : مقاییس اللغۃ لابن فارس (۴۲۳/۱) ، النہایۃ لابن الأثیر (۲۳۲/۱) ، المعجم الوسیط (ص ۱۰۳)۔ گویا مراد یہ تھی کہ قبر کے پچھلے حصہ کو کشتی کے اگلے حصہ کی مانند اس طرح نوکدار بنادیا جائے، کہ لوگ قبر کو قبلہ سمجھ کر اس کی طرف نماز نہ پڑھیں۔ واللہ اعلم۔

ترجمہ: میں نے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے ساتھ بہت زیادہ تکرار کیا کہ قبر کو مسجد میں شامل نہ کیا جائے، لیکن انہوں نے انکار کیا اور فرمایا: امیر المومنین نے جو کہا ہے اس کی تنفیذ لازمی ہے، میں نے گزارش کی اگر ضروری ہی کرنا ہے تو پھر اسے ایک جانب بڑھادیں۔

ابن کثیر لکھتے ہیں: ' سعید بن مسیب کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے حجرہ عائشہ کی مسجد میں شمولیت کا انکار کیا، اور اس خدشے کا اظہار کیا کہ قبر کو سجدہ گاہ نہ بنالیا جائے واللہ اعلم۔'[٨٢]

ان نقول سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اجماع کا دعوی درست نہیں۔

چوتھی بات:

اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ کسی تابعی سے بھی انکار منقول نہیں تو پھر بھی یہ دعوی نہیں کیا جاسکتا کہ درحقیقت کسی نے انکار نہ کیا ہو، کیونکہ عدمِ علم، علمِ عدم نہیں ہوتا،

---

٨١ - وفاء الوفاء (٢ / ٥٤٨)

٨٢ - البداية والنهاية (١٢ / ٥٤٨) مزید دیکھیں : مجموع الفتاوى (٢٧ / ٤١٨)

ممکن ہے کسی نے انکار کیا ہو، لیکن ہم تک نہ پہنچا ہو۔ ویسے بھی 'سکوت' اور 'رضا' دونوں لازم وملزوم نہیں، ممکن ہے انہوں نے دلی طور پر ناپسند کیا ہو لیکن اظہار نہ کیا ہو تاکہ انہیں کوئی ذاتی مشکل نہ ہو، یا پھر ولید کے عزم بالجزم کے مقابلے میں اظہار رائے کا فائدہ نہ سمجھا ہو۔

صنعانی رحمہ اللہ زیر بحث مسئلہ جیسے ایک دوسرے مسئلہ میں فرماتے ہیں:

'لوگوں کا یہ کہنا کہ (انکار نہیں کیا گیا) ہوائی اڑانے کے مترادف ہے، عین ممکن ہے بہت سارے لوگوں نے جو ہاتھ یا زبان کے ساتھ طاقت نہیں رکھتے تھے، دل کے ساتھ اس امر کو برا جانا ہو، عصر حاضر میں کتنے ایسے معاملات ہیں جن کو آپ دل سے برا جانتے ہیں لیکن زبان یا ہاتھ کے ساتھ اس کا اظہار نہیں کر پاتے، اب کوئی جاہل یہاں بطور ملامت یا استدلال کی غرض سے کہہ سکتا ہے کہ فلاں نے اس بات پر سکوت اختیار کیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ 'سکوت' سے کوئی بھی صاحب خرد شخص دلیل نہیں پکڑ سکتا۔'[۸۳]

---

۸۳ - تطہیر الاعتقاد (۲۹۳)

پانچویں بات:

اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ تابعین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا ہو گا، تو پھر یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ: یہ قبر پرستوں کے خلاف دلیل ہے نہ کہ ان کے حق میں، کیونکہ انکار نہ کرنے کا مطلب ہے کہ تابعین عظام حجرہ کو مسجد میں شامل کرنے کو قبر کو مسجد میں داخل کرنا نہیں سمجھتے تھے، کیونکہ قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع کرنا تو ان کے ہاں مہتمم بالشان مسئلہ تھا۔

اسی امر کی اہمیت واضح کرتے ہوئے ابو العباس القرطبی یوں رقمطراز ہیں:

'قبر نبوی کو غیر شرعی امور سے بچانے کے لیے بہت زیادہ اہتمام کیا گیا، ارد گرد اونچی اونچی دیواریں کھڑی کیں، تمام راستے ختم کر کے قبر مبارک کے احاطے کو بالکل بند کر دیا، پھر قبر چونکہ اگلی طرف تھی خدشہ پیدا ہوا کہ لوگ اس کو قبلہ نہ سمجھنے لگیں تو دونوں طرف سے دیواریں کھینچ کر مثلث کی شکل میں شمال کی جانب ملادی گئیں تا کہ کوئی اس طرف بطور قبلہ متوجہ نہ ہو سکے۔'[۸۴]

---

۸۴ - المفہم (۲ / ۱۲۸)

حالانکہ قبروں کی طرف رخ کرکے نماز کی ممانعت میں وارد احادیث کم ہیں، اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت میں احادیث زیادہ ہیں، تو کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ تابعین کسی ایک چیز کا اہتمام کریں گے، لیکن اس سے اہم اور اولی کو چھوڑ دیں گے؟

چھٹی بات:

اگر تابعین کا حجرہ نبویہ کو مسجد نبوی میں شامل کرنا اس بنیاد پر تھا کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانا جائز ہے جیسا کہ قبر پرست خیال کرتے ہیں تو پھر اسلامی ممالک میں موجود دیگر قدیم و جدید مساجد میں انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا؟

کہاں ہیں وہ فوت شدگان، جنہیں انہوں نے مساجد میں دفن کیا؟

کہاں ہیں ان کی قبریں جنہیں انہوں نے سجدہ گاہ بنالیا ہو؟

اگر مسجد نبوی میں قبروں کی شمولیت کا مطلب ان کو سجدہ گاہ بنانا تھا تو پھر کیا مانع تھا کہ انہوں نے اللہ کے دیگر گھروں میں یہ کام سرانجام نہ دیا؟

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ مسجد نبوی کی توسیع سے فراغت کے بعد شام واپس بلا لیے گئے، ان کے پاس مال و جاہ ہر چیز موجود تھی، مدینہ میں کیا گیا کام انہوں نے شام کی مساجد میں کیوں نہ کیا؟

بلکہ مختلف علاقوں سے لوگ مدینہ منورہ حاضر ہوا کرتے تھے، جن میں بڑے بڑے علماء ،امراء، صاحب ثروت لوگ بھی ہوتے تھے، آخر انہوں نے اپنے علاقوں میں جاکر اس کام کو کیوں سر انجام نہ دیا؟

اگر ان سب کے نزدیک یہ کام درست ہوتا تو کیا وہ بعد والوں سے سبقت نہ لے جاتے؟

سب سوالوں کا بالکل واضح جواب ہے کہ ان کے نزدیک مسجد نبوی میں جو کچھ ہوا، اس پر دیگر مساجد کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، اور نہ اس سے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کا جواز نکلتا ہے، اسی لیے انہوں نے ایسا کوئی کام نہ کیا، چانچہ یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ ' صحابہ کرام و تابعین عظام کے دور میں اس طرح کا کوئی معاملہ بالکل نہیں تھا اور نہ ہی کسی قبر پر کسی مسجد کا کوئی وجود تھا'[۸۵]

ساتویں بات:

مسجد نبوی میں ہونے والا معاملہ اگر اسی نوعیت کا تھا جس طرح قبر پرست قبروں سے تبرک، ان کی عبادت یا ان کے پاس عبادت کرتے ہیں، تو پھر قبر نبوی کے ارد گرد پے

---

۸۵ - مجموع الفتاوی (١٧ / ٤٦٤) .

در پے دیواریں کھڑی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ قبر کو بالکل کھلا کیوں نہ چھوڑا گیا جس طرح یہ لوگ کرتے ہیں؟

قبر کو مسجد میں داخل کرکے، لوگوں کو اس سے روک دینا، نہ اس کو دیکھ سکیں، نہ چھو سکیں، نہ تبرک لے سکیں، اس کا فائدہ ہی کیا تھا؟

فهذا الحق ليس به خفاء　　　　دعوني من بنيات الطريق[۸۶]

بالکل واضح رستہ معلوم ہونے کے بعد مجھے ادھر ادھر جانے والی پگڈنڈیوں میں نہ الجھائیں۔

---

[۸۶] ۔ شاعر ابو الہندی غالب بن عبدالقدوس (ت ۱۷۰ھ) کے قصیدہ سے ایک شعر ہے، کتبی نے اسے فوات الوفیات (۳ / ۱۷۱) میں ذکر کیا ہے۔

حرف اخیر

یہ چند گزارشات تھیں جو اللہ سبحانہ وتعالی کی توفیق سے اس کمزور شبہے کے جواب میں پیش کی گئیں، گزشتہ سطور سے یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ قبر پرستوں کا قبر نبوی سے 'قبروں کو سجدہ گاہ' بنانے کے جواز پر استدلال کرنا درست نہیں، چاہے قبر نبوی کو مسجد نبوی میں شامل تسلیم کیا جائے یا اس سے باہر، حقیقت یہ ہے کہ قبر پرستوں نے بالکل واضح دلائل کو چھوڑ کر شبہات کا راستہ اختیار کیا ہے، حالانکہ یہ رویہ انصاف کے تقاضوں کے بالکل خلاف ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس پیچیدگی کو ختم (یا کم) کرنے کے لیے ایسا کرنا چاہیے کہ حجرہ کے شمال مشرقی اور جنوب مشرقی جانب سے دو دیواریں کھینچ کر مسجد کی مشرقی دیوار کے ساتھ ملا دینی چاہییں، تاکہ حجرہ کی مشرقی دیوار اور مسجد کی مشرقی دیوار کا درمیانی حصہ بند ہو جائے، اس طرح حجرہ مکمل طور پر مسجد سے الگ ہو جائے گا، اور زیادہ سے زیادہ یہ ہو گا کہ مسجد تین اطراف سے حجرہ کے ساتھ ملی ہوئی ہے، لیکن حجرہ مسجد میں داخل ہے یہ غلط فہمی ختم ہو جائے گی، اس طرح ایک تو معاندین کے لیے تلبیس کا کوئی رستہ نہیں رہے گا، دوسرا ناسمجھ لوگ شبہات سے بھی بچ جائیں گے۔

یہ ہماری سوچ ہے، باقی اللہ تعالی بہتر جانتا ہے، تمام معاملات اس کے ہاتھ میں ہیں، اسی کی ذمہ داری ہے کہ پرچم و لشکرِ توحید کو بلندیوں سے نوازے، اور شرک کی جھنڈیوں اور اہل شرک کو نیست ونابود کرے، بیشک وہ سننے والا ہے، قریب ہے۔

وصلى الله على عبده و رسوله نبينا محمد و على آله و صحبه أجمعين .

کتابیات[٨٧]

- أحكام الجنائز و بدعها ، لمحمد ناصر الدين الألباني ، المكتب الإسلامي ، بيروت ، ط الرابعة ١٤٠٦ھ.[٨٨]
- إحياء المقبور من أدلة استحباب بناء المساجد و القباب على القبور ، لأحمد بن الصديق الغماري ، ط الرابعة ١٤٢٩ ه، مكتبة القاهرة .
- الإخنائية لشيخ الإسلام ابن تيمية ، تحقيق أحمد العنزي ، دار الحراز ، جدة ، ط الأولى ، ١٤٢٠ ه.
- إعلام الرابع الساجد باتخاذ القبور مساجد لعبد الله بن الصديق الغماري ،(مع إحياء المقبور) .

[٨٧] - کتابیات کی فہرست تقریباً ویسے ہی نقل کر دی گئی ہے جس طرح مصنف نے مرتب کی ہے، البتہ ترجمہ کی مناسبت سے، ہر وہ کتاب جو اردو میں ترجمہ ہو چکی ہے، اس کے متعلق حاشیہ میں معلومات دے دی گئی ہیں، تاکہ اردو قارئین کے لیے استفادہ آسان ہو۔

[٨٨] - مختصر کتاب الجنائز، مترجم: شبیر احمد نورانی، مکتب تعاونی، ربوہ، سعودی عرب۔

- اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم ، لشيخ الإسلام ابن تيمية ، تحقيق : ناصر العقل ، مكتبة الرشد ، الرياض ، ط الثانية ، ١٤١١ هـ.[٨٩]
- الأم ، لمحمد بن إدريس الشافعي ، دار المعرفة .
- البداية و النهاية ، لعماد الدين ابن كثير ، تحقيق : عبد الله التركي ، دار هجر ، ط الأولى ١٤١٩ هـ.[٩٠]
- البيان لأخطاء بعض الكتاب لصالح الفوزان ، دار ابن الجوزي ، ط الأولى ، ١٤١١هـ .
- تحذير الساجد من اتخاذ القبور مساجد ، لمحمد ناصر الدين الألباني ، المكتب الإسلامي ، ط الرابعة ، ١٤٠٣ هـ.[٩١]
- تذكرة الحفاظ ، للذهبي ، دار إحياء التراث .[٩٢]

---

۸۹ فکر و عقیدہ کی گمراہیاں اور صراط مستقیم کے تقاضے، مترجم : مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی ، دار السلام، لاہور، پاکستان۔

۹۰ تاریخ ابن کثیر، مترجم: پروفیسر کوکب شادانی، نفیس اکیڈمی، کراچی، پاکستان۔

۹۱ قبروں پر مساجد اور اسلام، مترجم : محفوظ الرحمٰن فیضی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور۔

- تطهير الاعتقاد عن أدران الإلحاد ، لمحمد بن إسماعيل الصنعاني ، ضمن الرسائل الكمالية في التوحيد ، مكتبة المعارف بالطائف ، مطابع دار الشعب بالقاهرة .[٩٣]
- تقريب التهذيب ، لابن حجر ، تحقيق : أبي الأشبال أحمد شاغف ، دار العاصمة ، ط الأولى ، ١٤١٦ هـ.[٩٤]
- التمهيد لشرح كتاب التوحيد ، لصالح آل الشيخ ، دار التوحيد ، ط الأولى ، ١٤٢٣ هـ.[٩٥]

---

۹۲ تذکرۃالحفاظ، مترجم: حافظ محمد اسحاق، تہذیب و تقدیم: منیر احمد سلفی، اسلامک پبلشنگ ہاؤس، اردو بازار، لاہور، پاکستان۔
۹۳ آئینہ توحید، مترجم: مولانا سیف الرحمٰن فلاح، مرکزالدعوہ الاسلامیہ، صمد پورہ روڈ اوکاڑہ، پاکستان.
۹۴ تقریب التہذیب، مترجم: مولانا نیاز احمد، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور پاکستان۔
۹۵ اس کتاب کا اردو ترجمہ تو میرے علم میں نہیں. البتہ ان کی ایک اور مفصل شرح غایۃ المرید، اور اس کے اختصار دونوں کا ترجمہ اردو زبان میں ہو چکا ہے۔ پہلی کتاب دارالسلام اور دوسری کتاب بعنوان 'آئینہ توحید' دارالبلاغ نے شائع کی ہے۔

- التمهيد لما في الموطأ من المعاني و الأسانيد ، لابن عبد البر ، تحقيق : مجموعة من الباحثين ، وزارة الأوقاف المغربية .
- تيسير العزيز الحميد في شرح كتاب التوحيد ، للشيخ سليمان بن عبد الله ، دار الصميعي ، تحقيق : أسامة عطايا ، ط الثانية ، ١٤٢٩ هـ.[٩٦]
- الدرر السنية في الأجوبة النجدية ، عبد الرحمن بن قاسم النجدي ، ط السادسة ، ١٤١٧ هـ.
- الدرة الثمينة في تاريخ المدينة ، لابن النجار ، تحقيق : محمد زينهم ، مكتبة الثقافة الدينية .
- دليل الحج للوارد إلى مكة و المدينة من كل فج ، لمحمد باشا صادق ، المطبعة الأميرية ببولاق ، ط الأولى ١٣١٣ هـ.
- الرد على المفتي(د. على جمعة) ، لعبد الله رمضان موسى ، الدار النورانية ، ط الأولى ، ١٤٣٣هـ.

---

٩٦ توحید الہ العالمین، ترجمہ و تلخیص : شیخ عبد اللہ ناصر رحمانی، مکتبہ عبد اللہ بن سلام، لیاری، کراچی، پاکستان.

- الرد على البكري ، لشيخ الإسلام ابن تيمية ، تحقيق : محمد عجال ، مكتبة الغرباء الأثرية ، المدينة المنورة ، ط الأولى ١٤١٧هـ.
- الزواجر عن اقتراف الكبائر ، لابن حجر الهيتمي ، دار المعرفة ، بيروت ، ١٤٠٢هـ.
- سنن ابن ماجة ، تحقيق : محمد فؤاد عبد الباقي ، دار الفكر .[٩٧]
- سنن الترمذي ،تحقيق : أحمد شاكر ، دار الكتب العلمية ، بيروت .[٩٨]
- شرح الصدرو بتحريم رفع القبور ، لمحمد بن علي الشوكاني ، الجامعة الإسلامية ، ط الرابعة ١٤٠٨ هـ.[٩٩]

٩٧ سنن ابن ماجہ، مترجم : مولانا عطاء اللہ ساجد، تحقیق و تخریج : حافظ زبیر علی زئی، نظر ثانی : حافظ صلاح الدین یوسف، دار السلام لاہور، پاکستان۔
٩٨ سنن ترمذی، مترجم : مولانا بدیع الزماں، تحقیق و تخریج : شیخ البانی، نعمانی کتب خانہ، لاہور پاکستان.

■ شرح العمدة ، الجزء الثاني (كتاب الصلاة) ، لشيخ الإسلام ابن تيمية ، تحقيق : خالد المشيقح ، دار العاصمة ، الرياض ، ط الأولى ، ١٤٠٨ هـ.

■ الصارم المنكي في الرد على السبكي ، لمحمد بن عبد الهادي ، تحقيق : عقيل المقطري ، مؤسسة الريان ، ط الأولى ، ١٤٢٤هـ.

■ صحيح البخاري ، لمحمد بن إسماعيل البخاري ، مع فتح الباري لابن حجر ، الطبعة السلفية ، إشراف محب الدين الخطيب .[١٠٠]

■ صحيح مسلم ، لمسلم بن الحجاج ، تحقيق : محمد فؤاد عبد الباقي ، دار الحديث ، ط الأولى ١٤١٢هـ.[١٠١]

---

٩٩ اسلام میں پکی قبروں کی حیثیت ، مترجم : حافظ سیف الرحمٰن ، مکتب تعاونی ، ربوہ سعودی عرب۔

١٠٠ صحیح بخاری ، مترجم : حافظ عبد الستار حماد ، نظر ثانی : حافظ صلاح الدین یوسف ، دار السلام ، لاہور پاکستان۔

- صحيح ابن حبان (الإحسان) تحقيق : شعيب الأرناؤط ، دار الرسالة .[١٠٢]
- الطبقات ، لمحمد بن سعد ، دار الفكر .[١٠٣]
- العدة على إحكام الأحكام ، للصنعاني ، تحقيق : محب الخطيب و علي الهندي ، المكتبة السلفية ، القاهرة ، ط الثانية ، ١٤٠٩ ھ.
- فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية و الإفتاء ، أحمد الدويش ، ط الرابعة ، ١٤٢٣ھ.
- فوات الوفيات ، لمحمد بن شاكر الكتبي ، تحقيق : إحسان عباس ، دار صادر .

---

۱۰۱ صحیح مسلم، مترجم: پروفیسر یحییٰ جلالپوری، دار السلام، لاہور پاکستان۔
۱۰۲ صحیح ابن حبان، مترجم: محی الدین جہانگیر، شبیر برادرز، لاہور پاکستان۔
۱۰۳ طبقات ابن سعد، نفیس اکیڈمی، کراچی پاکستان۔

- الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة ، للذهبي ، تحقيق : عزت عطية و غيره ، دار الكتب الحديثة ، ط الأولى ، ١٣٩٢هـ.
- الكافية الشافية (النونية) ، لابن القيم ، تحقيق : مجموعة من الباحثين ، دار عالم الفوائد ، ط الأولى ، ١٤٢٨هـ.[١٠٤]
- المتشددون منهجهم و مناقشة أهم قضاياهم لعلي جمعة ، دار المقطم ، ط الأولى ، ١٤٣٢هـ.
- موطأ الإمام مالك ، رواية يحي الليثي ، دار الكتب العلمية ، ط الأولى ١٤٠٥هـ.[١٠٥]

۱۰۴ قصیدہ نونیہ اردو، مترجم: عبدالجبار سلفی، فیض اللہ اکیڈمی لاہور۔

۱۰۵ موطا امام مالک، مترجم: علامہ وحید الزماں، تحقیق و تخریج: عمران ایوب لاہوری، نعمانی کتب خانہ لاہور۔ موطا بروایۃ القاسم کا ترجمہ و تحقیق بمع فوائد حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے قلم سے بھی مطبوع ہے۔

- مجموع فتاوى شيخ الإسلام ابن تيمية ، عبد الرحمن ابن قاسم ، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف بالمدينة ، ١٤١٦هـ.[106]
- مجموع فتاوى و رسائل الشيخ ابن عثيمين ، فهد ناصر السليمان ، دار الثريا للنشر ، ط الثانية ، ١٤١٤ هـ.[107]
- مجموع فتاوى و مقالات متنوعة لابن باز ، الرئاسة العامة للإفتاء بالمملكة السعودية ، ط الثانية ، ١٤١١هـ.[108]

---

۱۰۶ مجموع الفتاوی شیخ الاسلام کی مستقل تصنیف نہیں ہے، بلکہ ان کی مختلف کتب، مقالات و فتاوی کو ایک جگہ جمع کیا گیا ہے، اس میں بہت ساری کتابیں ایسی ہیں، جن کا ترجمہ اردو میں ہو چکا ہے۔ شیخ الاسلام کی تصنیفات کے نیچے اس کی معلومات درج ہیں۔
۱۰۷ اس مجموعہ میں شیخ کے فتاوی نور علی الدرب، فتاوی مکیہ، بعض دروس و تقاریر، اور مجلات وغیرہ میں چھپنے والی تحاریر کو جمع کیا گیا ہے، جن میں سے کئی ایک کتابوں، مثلا فتاوی مکیہ، الأصول من علم الأصول وغیرہ کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔
۱۰۸ اس مجموعہ میں شیخ کی مختلف تصانیف، مقالات اور فتاوی جات کو جمع کیا گیا ہے۔ شیخ کی سب نہیں تو اکثر تصانیف کا اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے، اور اسی طرح دار السلام کی طرف سے 'فتاوی اسلامیہ'، 'فتاوی ابن باز'، 'فتاوی و مقالات' کے عناوین سے ان کے کئی ایک رشحات فکر اردو دان طبقہ کے لیے پیش کیے جا چکے ہیں۔

- مسند إسحاق بن راهويه (مسند عائشة) ، تحقيق : عبدالغفور البلوشي ، مكتبة الإيمان ، ط الأولى ، ١٤١٠ ه.
- مسند الإمام أحمد ، مؤسسة الرسالة ، ط الأولى ، ١٤١٦ ه[١٠٩].
- المفهم لما أشكل من تلخيص مسلم ، لأبي العباس القرطبي ، تحقيق : محيي الدين مستو و غيره ، دار ابن كثير ، ط الثانية ، ١٤٢٠ ه.
- ميزان الاعتدال ، للذهبي ، تحقيق : على البجاوي ، دار المعرفة ، ط الأولى ، ١٣٨٢ه.[١١٠]

---

۱۰۹ مسند امام احمد بن حنبل، مترجم : مولانا ظفر اقبال، مکتبہ رحمانیہ، لاہور پاکستان۔
مسند احمد کی ' فقہی ترتیب یعنی الفتح الربانی' کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے، مترجم : حافظ عباس انجم، پروفیسر سعید مجتبی وغیرہ، انصار السنۃ پبلیکشنز، لاہور پاکستان۔
۱۱۰ میزان الاعتدال، مترجم : ابو سعید، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، پاکستان۔

- نزهة الناظرين في مسجد سيد الأولين و الآخرين ، لجعفر بن إسماعيل البرزنجي ، المطبعة الجمالية بمصر ، ط الأولى ، ١٣٣٢هـ.
- نظم المتناثر من الحديث المتواتر ، لمحمد الكتاني ، دار الكتب السلفية ، ط الثانية .
- وصف المدينة المنورة ، لعلي بن موسى ، ضمن : رسائل في تاريخ المدينة ، تقديم : حمد الجاسر ، دار اليمامة .
- وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى ، لنور الدين السمهودي ، تحقيق : محيي الدين عبد الحميد ، دار الباز .